

خالد الزبیدی

عالم قاسمی
پرنسپل جامعہ اشرقیہ

ایم اے اللہ خاں ۲۶ فیبروری ۱۴۰۷ھ

۲۹۷۷۹۹۲۲
۷۱۹۷
۲۰۳۹

قیمت : ایک روپیہ آٹھ آنے،
ناشر : ایم شفاء اللہ خاں ریلوے روڈ، لاہور
پرنٹر : سویرا آرٹسٹ پریس، لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وہیاجہ

اس سے قبل حضرت خالد بن ولید پر عربی فارسی انگریزی اور فرانسیسی میں بہت سی کتب مرتب ہوئی ہیں اور اردو میں بھی حضرت خالد کے حالات پر بہت سی رشحات ریزیاں ہوئی ہیں۔ مگر ایسی کوئی کتاب ہمارے نظر سے نہیں گذری جس کو سیرت کا معیار حاحصل ہوتا۔ افسوس ہے کہ حضرت خالدؓ ایسے با عظمت اور حیرت انگیز جنیل کے ابتدائی حالات پر کسی مؤرخ نے تفصیل سے نہیں لکھا۔ صرف علامہ ابن حجرؒ نے الاصابہ میں حضرت خالدؓ کے ابتدائی حالات لکھے ہیں۔ مگر بہت مختصر طور پر۔ اس لئے وہ لوگ جو سیرت اللہ حضرت خالدؓ کے حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت امام ابن حجرؒ کے اس اختصار کو بہت بُری طرح محسوس کرتے ہیں۔

نبدہ کے لئے سب سے بُری دشواری یہ پیش آئی کہ حضرت خالدؓ کے ابتدائی حالات کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔ البتہ بعد کے حالات لکھتے وقت الاصابہ۔ طبری۔ فتوح البلدان۔ بلاذری۔ دی خلافت دیکھائیں

اینڈ فال سے امداد لی۔ موجودہ دور میں انگریزوں کا جو طریقہ دو سو سال سے یہ چلا آرہا ہے۔ کہ اپنے اسلاف کی خواہ ان میں کتنی برائیاں کیوں نہ ہوں۔ سیرت بیان کرتے وقت ہر قسم کا مبالغہ بلکہ دروغ بھی جائز ہے۔ ہم سیرت نگاری میں جہاں مبالغہ کو جرم قرار دیتے ہیں۔ وہاں سہا سہا مسلک یہ بھی ہے۔ کہ اگر قوم کے مستقبل پر پھوڑے بہت مبالغہ سے بہتر اثرات پڑنے کا امکان ہو۔ تو یہ نہ صرف جائز ہے۔ بلکہ ایک درموند سیرت نگار کا فرض بھی ہے۔ بہت ممکن ہے۔ ہمارے اس خیال کی تردید کی جائے۔ لیکن ہمیں اس کی قطعی پروا نہیں۔ جب کہ ہم یورپ کی تاریخ میں ان لوگوں کو ستاروں سے زیادہ روشن دیکھ رہے ہیں۔ جن کی زندگی کا مشن چوری اور ڈاکے کے سوا کچھ نہ تھا۔ اگر ایسے لوگوں کی سیرت کو رنگ دے کر قوم کے اخلاق و اطوار کو سنوارا جاسکتا ہے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ حضرت علامہ واقدیؒ کو جنہوں نے با عظمت صحابہؓ کے حیرت انگیز اور سچے کارناموں کو کسی قدر تاریخی رنگ میں رنگا۔ تو کیوں کر مطعون کیا جائے۔

آپ آئندہ دیکھینگے۔ کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے کسی موقع پر بھی حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات سے انحراف نہیں کیا۔ انہوں نے بڑے بڑے مصر کے سرکے۔ پیغامبر کے سامنے ایک مجرم کی حیثیت میں پیش ہونے میں بھی شرم محسوس نہیں کی۔ پیغامبر نے ان کے گلے میں انہی کا عمامہ ڈال کر اپنی جانب کھینچا۔ تو یہ صرف مسکرائے۔ اور

تتظیم اطاعت امیر کی خاطر اس سلوک کو برداشت کر لیا۔ کیا ایسی کوئی
 نظیر فاتحان عالم۔ اسکندر اعظم۔ نپولین اعظم۔ شہلرا اعظم۔ اتاترک
 وغیرہ میں کوئی مؤرخ پیش کر سکتا ہے۔ کہ اتنا بڑا فاتح ایک معمولی
 پیامبر کے آگے ہی ایک معمولی مجرم کی طرح پیش ہوتا ہے۔ اور اپنی
 شخصیت کو تباہ ہوتے دیکھتا ہے۔ اپنی خدمات کو فنا ہوتے
 دیکھتا ہے۔ مگر اُف نہیں کرتا۔ حالانکہ اگر وہ چاہتے۔ تو ایک
 زبردست نبیوت ہو سکتی تھی۔ اسی قسم کے بیشتر واقعات آپ
 اس کتاب میں دیکھینگے۔

اپنی اوسنے بساط کے باعث ہر اس امر کی کوشش کی ہے۔
 کہ مؤید نصرت اسلام حضرت خالد بن ولید سپہ سالار اسلام کا
 کوئی واقعہ تاریک پہلو میں نہ رہے۔

داعی۔

عامر قاسمی فاضل ادب و فاضل دیوبند

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ صَاحِبِ الْاِيْمَانِ وَالْاِيْقَانِ وَ
الصَّلَاةِ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الشُّرَفَاءِ وَمَسْودِ الْخُلَفَاءِ
وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَهْلِ الْكِرَامِ وَالْوَفَاءِ وَعَلٰى صَاحِبِ الْعَسَاكِرِ
وَالْاَكْرَامِ اَبَدًا -

حضرت محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے اجداد میں سے آٹھویں پشت
پر مرثہ نامی ایک شخص گزرا ہے۔ جس کے تین بیٹے تھے۔ ان میں
ایک شخص کلاب تھا۔ جو حضرت رسول پاک کا مورث اعلیٰ تھا۔
دوسرا تیم جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جد بزرگ تھا۔ تیسرا
یقطہ تھا۔ جس کا فرزند مخزوم قریش میں کثیر الاولاد اور فارغ البال
گزرا ہے۔ بنی مخزوم کا مشہور قبیلہ اسی شخص کی طرف منسوب
کیا جاتا ہے۔ مخزوم کی نسل میں سے مغیرہ قریش میں مشہور سردار
اور بہادر شہسوار گزرا ہے۔ چنانچہ فوج سوار اس کے ماتحت تھی۔
اور اس کا لقب صاحب الاعنہ تھا۔ آنحضرت کے عہد میں اس
کا بیٹا ولید بن مغیرہ قریش میں فصاحت۔ لیاقت۔ ملاحت۔
تجارت۔ زراعت۔ دولت۔ حشمت۔ ریاست۔ امارت میں

بڑا مشہور تھا۔ اسی سبب سے اُس کو وحید القوم (ایک انہ قوم) کہا جاتا
 تھا۔ اور حسن و جمال کے اعتبار اور خوش اخلاقی کے سبب سے گل
 قریش کہلاتا تھا۔ سینکڑوں باغ و گلستاں اور صد ہا موبیشی پالتا
 تھا۔ تجارت کی یہ کیفیت تھی۔ کہ بزاز می سے لے کر جواہرات
 تک اُس کی تجارتی کوٹھیوں سے ہر وقت مل سکتے تھے۔ ان کے
 ایجنٹ اور کنویرس مختلف ممالک میں رہتے تھے۔ اور تجارت کرتے تھے۔
 اس کے ذاتی خزانہ میں ہر وقت ایک لاکھ دینار سُرخ اور دس
 لاکھ روپیہ نقد موجود رہتا تھا۔ مگر باوجود ان تمام چیزوں اور اس
 قدر فضل ایزدی اور انعامات الہی کے ممنون و مشکور نہ تھا۔ اور
 جیسا کہ عام دیبا پرست دولتمند ہوتے ہیں۔ خدا کا ناشکر گزار
 تھا۔ آنحضرت رسالتاً علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت میں جس
 قدر ظالمانہ تدبیریں اور منصوبے کئے گئے۔ وہ تقریباً اسی ولید کے
 دماغ کا نتیجہ تھے۔ باوجود اپنی فراست و ذہانت ذاتی کے اچھی
 طرح سمجھ چکا تھا۔ کہ اسلام حق ہے۔ اور کلام پاک کو سن کر متاثر
 ہو کر یہ بخوبی سمجھ چکا تھا۔ کہ یہ انسانی کلام سے بالاتر ہے۔ مگر صرف
 دولت کے غرور اور قریش کے قومی لیڈر ہونے کے چند روزہ تکبر نے
 جیسا کہ عموماً دنیاوی چھوٹے لیڈروں میں ہوتا ہے۔ اُس کو راہِ راست
 پر نہ آنے دیا۔ اور نہ مشرف باسلام ہونے دیا۔ چونکہ خدا کی ناسپاسی

اور سچائی کی مخالفت ایک ایسی بات ہے کہ ناممکن ہے کہ نتیجہ
 دئے بغیر ہے۔ اس لئے ولید کو بھی اس زبردست اور اٹل
 قانون سے بچنا نصیب نہ ہوا۔ اور سب کا رخا نہ خاک میں مل
 گیا۔ ولید کی اولاد میں ساکت مشہور بیٹا تھا۔ مسحیان عاص
 فیس۔ عبد الشمس تو بتقاید ولید آبائی جہالت کو نہ چھوڑ سکے۔
 مگر ولید بن ولید ہشام۔ عمارہ۔ خالد مسلمان ہو کر باعث تقویت
 اسلام ہوئے۔ خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن مخزوم۔
 بن نفیض بن مرہ بن کعب کی۔ ام لبابہ صغریٰ بنت حارث الہلالیہ
 تھا۔ جو خواہر لبابہ کبریٰ (ام فضل) زوجہ عباس عم رسول اللہ
 علیہ وسلم اور ہمیشہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

حضرت خالد کو یحییٰ میں دستور قریش کے مطابق رسمی
 تعلیم کی طرف متوجہ کیا گیا۔ لیکن طبیعت کا رجحان سواری کی طرف
 زیادہ مائل تھا۔ جس میں کہ وہ آخر دنیا کا ایک مشہور باکمال بے
 نظیر جہیز لکلا۔ اور جس کی بدولت ہر ایک زمانہ اور ہر ایک حالت
 میں جہاں رہا۔ ممتاز و سرفراز رہا۔ قبل از اسلام تمام لڑائیوں
 میں خواہ وہ اسلام سے ہوئیں یا دیگر اقوام عرب سے۔ سواروں
 کی کمان خالد ہی کے سپرد ہوتی تھی۔ اور شجاعت کا نمونہ اسی بے
 مثل بہادر کے زریب نکلور رہتا تھا۔ اسلام کے لاتے ہی دو ماہ بعد
 فطرت نے خود بخود خالد کو جنگ موتہ میں مسلمانوں کا ہونہار سپہ

سالار اور مہیب فتح نصیب جنرل منتخب کر لیا۔ اور اس ربانی
انتخاب کو خالدؓ نے آنحضرتؐ اور اُن کے لائق جانشین صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کے عہد حقانی میں اپنی فوق العادت طاقت اور
شجاعت اور لاثانی جنگی اہلیت سے دنیا کی مشہور زبردست قدیمی
سلطنتوں کو پاش پاش کر کے بالکل صحیح و درست ثابت کر دیا
اور بہادرانِ عالم کو ہمیشہ کے لئے حیران و ششدر بنا دیا۔ خالدؓ
کے قبل از اسلام بہادرانہ واقعات کو مورخین اسلام نے کم لکھا
ہے۔ جنگِ احد میں مشرکین مکہ کی فتح بعد شکست صرف خالدؓ کی
تدبیر و استقلال۔ عزم و استقامت کا نتیجہ تھا۔

اُحد کی لڑائی شروع ہونے سے پیشتر ہی خالدؓ نے ایک
ہوشیار اور مدبر جنرل کی طرح میدانِ جنگ کی بخوبی دیکھ بھال
کر لی تھی۔ اور مفید جنگی موقعوں کو اپنے ذہن نشین کر لیا تھا۔
اسلامی عساکر کی پشت پر ایک پہاڑ کا درہ تھا۔ جہاں تقریباً
پچاس تیر انداز مسلمان مقرر کئے گئے تھے۔ اور وہاں سے نہ ہٹنے
کی سخت تاکید کر دی گئی تھی۔ لڑائی شروع ہوتے ہی خالدؓ نے
چاہا۔ کہ درہ سے گزر کر مسلمانوں پر حملہ کرے۔ مگر مسلمان تیر
اندازوں کی ہوشیاری اور سخت تیرباری نے اس وقت کامیاب
نہ ہونے دیا۔ میدانِ جنگ میں اسلامی بہادروں نے مشرکوں
کے بہادر علم بردار اور مشہور شہ سواروں کو چن چن کرتے تیغ کر ڈالا۔

اور مخالفوں کو ہیبت زدہ اور حواس باختہ کر کے۔ اُن کے مورچوں سے ہٹا دیا۔ بلکہ کمپ پر جا کر ہاتھ مارا۔ اور اُن کے ڈیروں کو قتل و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ مگر اُس وقت میں بھی خالدؓ کی جیتی و چالاکی۔ ہمت و تدبیر میں ذرا فرق نہ آیا۔ اور یہ سوچ کر کہ اب درہؓ مذکور سے فائدہ اٹھانے کا موقع آپہنچا ہے۔ اپنے چیدہ و ستہ سواروں کو ساتھ لے درہ میں جا گھسا۔ اور جیسا کہ خالدؓ نے خیال کیا تھا۔ درہ کو تیر انداز مسلمانوں سے خالی پایا۔ کیونکہ فتح کی خبر ملتے ہی مسلمان تیر انداز مقررہ درہ سے عنیم کی جستجو میں چلے گئے۔ صرف اُن کا اصرار دس ہزار ہیوں کے وہاں باقی رہ گیا تھا۔ جن کے شجاعانہ مقابلہ نے ان کی ذاتی شہادت کے سوا اور کوئی فائدہ نہ دیا۔ عام مسلمان فاتح بن کر اطمینان کے ساتھ کفار کے ڈیروں کو لوٹ رہے تھے۔ اور خاص محتاط اصحاب نے عنوان اللہ علیہم اجمعین فَاذَ الْقَبِيْطُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضْرَبَ الرَّقَابُ حَتّٰى اِذَا اَتَخْتَمُوْهُمْ الْخِمْرُ عَلٰى اَعْيُنِهِمْ فَذَكَرُوا قُلُوْبَهُمْ دَامِنٍ اَحَدٌ كُوْلًا لِّهٖ زَارٌ كَرِيْهًُا۔ اچانک بجلی کی طرح خرمین اسلام پر گرا۔ اور ایسی غیر معمولی تیزی کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ کہ مسلمانوں کو سنبھلنے کی نوبت نہ آنے دی۔ اور میدان جنگ چھوڑ کر پہاڑ پر جمع ہونے شروع ہو گئے۔ مشرکوں کی یہ آخری فتح صرف خالدؓ کی لیاقت کے بوتے پر تھی۔

خالد کا مشرف باسلام ہونا

یہ فتح نتیجہ یہ نکالتی ہے۔ کہ خالدؓ ایک زبردست جنرل کی طرح غراتا ہوتا۔ اکڑتا پھرتا۔ مخالفت پہلے سے زائد کرتا۔ مگر اسلام کی صداقت نے اس کے سر نیاز کو خم کر دیا۔ اسلامی صداقت نے آخر اس مظفر و منصور سردار کے دل پر اپنی مقناطیسی کشش کا اثر ڈالنا شروع کر دیا۔ اور خالدؓ خود بخود اپنی جاہلانہ کوششوں میں دھیمیا پڑ گیا۔ فطرت نے جو نور ہدایت خالدؓ کی طبیعت میں ودیعت کر رکھا تھا۔ اب اس کا ظہور اپنے وقت پر ہونے لگا۔ یہ نور صلح حدیبیہ کے بعد پورے جوہن پر آگیا۔ اور خالدؓ ایک عقلمند فلاسفر کی طرح آنحضرت کے حالات معاملات۔ عادات۔ اخلاقیات اور تعلیمات پر غور کرنے لگا۔ اور اسلام کی حقیقت کو ٹٹولنے لگا۔ اس کو رسالتؐ کی پاک زندگی عام انسانی کثافتوں سے مبرا اور مظہر نظر آتی تھی۔ اور اور اسلامی کامیابی ایک انسانی طاقت اور تصنع سے بہت ہی بالاتر دکھائی دیتی تھی۔ ایک یتیم۔ بیکس۔ اُمّی۔ مفلس گاہراہوں مغرور و سرکش۔ بہادر۔ بارعب۔ عیاش سردارانِ عرب کو سیدھی سادی تعلیم سے بُردبار۔ متواضع۔ منکسر۔ زاہد۔ خداپرست۔ مرتاض۔ موحد۔ ہمدرد قوم بنالینا سوائے تائیداتِ ایزدی اور

توفیق ربانی کے ممکن معلوم نہ ہوتا تھا۔ اور اہل اسلام کا باوجود
 جلا وطنی۔ بے سرو سامانی اور سخت تکلیف اٹھانے اور بلا کسی قسم کی
 ظاہری امید کے خویش و اقارب۔ مال و متاع کو ترک کرنا۔ اور اپنے
 مادی برحق کا ساتھ نہ چھوڑنا اور خلوص دل سے اسلامی ہدایات
 کا پابند ہو کر اپنے تقدس و ورع کا اعلیٰ نشان دکھانا صرف بشری
 طاقت و تعلیم سے بیت ہی بڑھکر معلوم ہوتا تھا۔ جہاں تک و
 سوچتا تھا۔ اس کو اسلام کی پر صداقت تعلیم انسانی تہذیب و
 اخلاق کے لئے ایک مکمل و اکمل معلم اور نیز تمام ادیان باطلہ
 سے بہتر اور اکمل و افضل نظر آتی تھی۔ آنحضرت کے اخلاق اور
 ابتدائے عمر سے لے کر تا حال جملہ واقعات پر جب نظر عمیق ڈالتا
 تھا۔ تو دعویٰ نبوت کی صداقت کے سامنے سر تسلیم خم کئے
 بغیر کچھ من نہ پڑتا تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا۔ کہ بقول قریش وہ ساحر
 ہے نہ کاہن۔ وہ صرف موبد من اللہ ہے۔ جس کا تا بمیدی ثبوت
 اس کے قول و فعل میں ہمیشہ پایا جاتا ہے۔ عمرۃ الفضا کے وقت
 حب و عدہ خالد بھی مشرکین کے ساتھ مکہ سے نکل کر گیا تھا۔
 اس کے مسلمان بھائی ولید بن ولید نے خالد کی تلاش کی مگر پتہ نہ
 لگا۔ ولید نے بھائی کو خط لکھا۔ اور اسلام کی ترغیب و تخریص
 دی۔ اس خط نے خالد کے خیالات میں ایک جدت پیدا کر دی۔
 اور فطرتی مادہ کو جوش کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا۔ یہ ممکن

نہ تھا کہ اتنا بڑا بہادر جنرل ایمان پوشیدہ رکھے۔ اور جس
 سچائی کو اس نے کمال حجتوں سے حاصل کیا ہو۔ اور ہر طرح کے
 امتحان اور آزمائشوں کے معیار پر پرکھ لیا ہو۔ یہ معلوم ہو
 چکا ہو کہ اس میں کھوٹ بالکل نہیں۔ پھر اس نے بلا چون و چرا
 اس کا اعلان کیا ہو چنانچہ زوسائے قریش کو اسلام کی دعوت کرنے
 لگا۔ صفوان بن امیہ۔ اور عکرمہ بن ابو جہل اپنے چچا زاد بھائی
 کے بیٹے کو اسلام لانے اور تلافی مافات کرنے کے لئے کہا۔ مگر
 افسوس کہ دونوں نے سخت انکار کیا۔ ابوسفیانؓ رئیس عرب نے
 یہ بات سن کر خالد اور عکرمہ کو بلایا۔ اور خالد کو طنزاً کہا کہ
 کیا تو بھی سلمان ہو گیا ہے۔ اگرچہ اب تک خالدؓ نے اسلام کا اظہار
 نہیں کیا تھا۔ اس لئے نامردوں کی طرح صرف سنان یا کلام
 سے انکار کر دے۔ اور اس بردلانہ تقیہ سے اپنی مردانہ اور
 نھورانہ زندگی پر بدنام داغ لگائے۔ اس لئے صاف انکار
 کر دیا۔ جس کے سنتے ہی ابوسفیانؓ کی آنکھوں سے خون اُڑا یا
 اور خالد پر وار کرنے کو جھپٹا۔ کہ عکرمہ بن ابو جہل بیچ میں آن
 پہنچا۔ اور گرج کر کہا کہ خردار۔ خالد تو ایک طرف رہا۔ میں
 ہی دھجیاں اڑا دوں گا۔ جلد اشخاص قریش بلکہ ہر شخص اپنی رائے
 کا مکمل مالک مختار ہے۔ خالد بھی کسی کا پابند نہیں۔ عکرمہ
 کی اس جاوہیری اور تائیدی تقریر نے خالد کے جوش کو

اُکھرنے نہ دیا۔ اور خیر سی گذر گئی۔ اس کے بعد بے باک خالد
نے ہر ایک امام جمع قریش میں بے خوف و خطر اسلام کی صداقت
پر زور لیکر دینا شروع کئے۔ اور مخالفوں میں سے کسی کا
حوالہ نہ پڑا۔ کہ اُس بے ہند اکبر و کے۔ اور کوئی سانس بھٹک
جائے۔ جب خالد نے یہ رنگ دیکھا کہ مشرکوں کو پند و وعظ
بسیور ہے۔ تو ناامید ہو کر اپنے دوست عثمان بن طلحہ

کلید بردار کعبہ محترمہ کو ہمراہ لے کر مشرکوں کے سامنے روزِ بقیع
میں مکہ سے مدینہ کی جانب روانہ ہوا۔ راستہ میں عمرو بن العاص
خالد کا پرارِ رفیق اور مشہور سردار بنی سہم بخاشی شاہ حبش
کے پاس سے آتا ہوا ملا۔ جو مشرکین مکہ کی طرف سے سفیرینِ کرامان
حماہرین کو حبش سے نکلوانے کے واسطے بھیجا گیا تھا۔ اور اب

برکتِ اسلام سے متاثر ہو کر مدینہ اسلام لانے جا رہا تھا۔ پس
تینوں اصحاب مدینہ پہنچے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو ان کی آمد سے بہت خوش ہوئی۔ اور فرمایا کہ مکہ نے اپنے
جگر گوشہ ہماری طرف پھینک دیے ہیں۔ مگر خالد کے آنے کی زیادہ
خوشی ہوئی۔ جس کے مسلمان ہونے کی ہمیشہ آرزو کی باقی تھی۔
اور بار بار فرما چکے تھے کہ اگر اسلام لا کر اپنی شجاعت اور بہادری
کو تقویتِ اسلام پر صرف کرے۔ تو بہتر ہے۔ اور وہ اس سے
اوروں سے زیادہ وقعت حاصل کر سکتا ہے۔

سبحان اللہ۔ جو کچھ آنحضرتؐ نے بطور پیشین گوئی زبان مبارک سے فرمایا تھا۔ وہی ہوا۔ مسلم بھی ہوئے اور اسلام کو ان کی وجہ سے مکمل تقویت پہنچی۔ یہی سبب تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خالدؓ کا خاص طور سے انتظار مسجد نبوی میں کر رہے تھے۔ کہ ولیدؓ اپنے بھائی کو جلد حاضر ہونے کی تاکید کی۔ خالدؓ بعد تبدیل لباس حاضر خدمت ہوا۔ اور السلام علیکم یا رسول اللہ کہا۔ آنحضرتؐ نے خالدؓ کو نہایت خوش ہنش و بشتاش جواب دیا۔ خالدؓ نے کہا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ الذی ہدٰک فی الاسلام۔ میں جانتا ہوں کہ تم زیور دانش سے آراستہ ہو۔ اسی لئے امیدوار تھا۔ کہ تم ضرور مسلمان ہو جاؤ گے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ کہ میں نے جناب کی بہت مخالفت کی ہے۔ دعا کیجئے کہ گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں۔ اور آئندہ اسلام کی خدمت کی توفیق ہو۔ آنحضرتؐ نے دعا فرمائی۔ خالدؓ جیسے حفرہ اور بہادر سرداروں کا کمال تحقیق اور ظفر مندی کے بعد مسلمان ہونا اشاعت اسلام کی وجہ محض حقانیت قرار دینے کے لئے کافی ہے۔ یہ واقعہ شہد گاہ ہے۔

خالد رضی اللہ عنہ کی فتوحات کا آغاز رسالہ کتاب کی دعا کا اثر

جنگِ موتہ

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسولؐ کی دعا کا اثر جلد ہی ظاہر ہونے لگا۔ حالانکہ خالدؓ کو ایمان لائے صرف دو ماہ گزرے ہونگے۔ کہ سر زمین موتہ پر لشکرِ کئی کی ضرورت پیش آئی۔ موتہ حدودِ شام میں بیت المقدس سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے۔ جہاں کے حاکم گورنر قیصر روم نے آنحضرتؐ کے سفیر و قاصد حارثؓ بن عمیر کو مارڈالا تھا۔ جو کہ حاکم بصرہ واقع شام کے پاس جا رہا تھا۔ حالانکہ کسی ایچی کا مارنا کسی قانون و مذہب میں درست نہیں تھا۔ مگر یہ ایسا واقعہ تھا کہ جس کا انتظام آئندہ کے لئے نہایت ہی ضروری تھا۔ ورنہ مسلمان تاجروں۔ مسافروں کا غیر ممالک میں آنا جانا مشکل ہو جاتا۔ اس واسطے ساتویں سال ہجری میں تین ہزار اصحاب کی مقدس جماعت کا ایک لشکر مرتب کر کے بسرکردگی زیدؓ ابن حارثہ اپنے غلام آزاد کے موتہ کو روانہ کیا۔ اور بڑے بڑے صحابیؓ اور خاندانی رؤسا مثل اپنے چچا زاد بھائی جعفرؓ ابن ابی طالب۔ عبداللہؓ بن رواحہ۔

عبداللہ بن عمرؓ۔ خالد بن ولیدؓ نے زید کے ماتحت کر دئے۔ جس کا تعلیمی نتیجہ یہ تھا۔ کہ اسلام غلام اور اصیل کی تفریق کو مٹانے والا ہے۔ اس کا اصل الاصول اور بے نظیر قانون اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ۔ یعنی شرافت کا مدار پرہیزگاری پر ہے۔ وہ خویش و یرگاہ میں قطعاً تمیز روا نہیں رکھتا۔ وہ ایک خاندانی نعمت ہے۔ جس کے حصول کے بعد کالے گورے کا کوئی فرق نہیں رہتا۔ آنحضرتؐ نے چلتے وقت حکم دیا تھا۔ کہ اگر زید شہید ہو جائے۔ تو جعفر بن ابی طالب فوج کی کمان کرے۔ اور اس کی شہادت کی صورت میں علیؓ بن رواحہ اور بعد اس کے مسلمان جس کو چاہیں امیر بنالیں۔ یہ رسول خدا کی ایک پیشین گوئی تھی۔ جو بعینہ مطابق فرمان ظہور میں آئی۔ مسلمانوں نے جاتے ہی دشمن کے ہراول کو شکار کر لیا۔ اور شرجیل گوزیر کے بھائی شدوش کو مار لیا۔ شرجیل قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا۔ مگر آخر عیسائی فوج کے پہنچنے اور مستنقرہ عرب کی کمکی فوج آنے سے میدان میں نکل کر صف آرا ہوا۔ اب مخالف فوج کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ اور مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ اس میں شک نہیں۔ آج کل کے نو جوانوں کو تعجب ہو گا۔ کہ مولوی کیا کرتا ہے۔ کہ تین ہزار کا ایک لاکھ کے ساتھ کیونکر چوڑھٹا۔ اور مقابلہ کیا۔ مگر تاریخ میں بیشمار نظیریں ایسی ملینگی۔ ذرا ہندوستان میں تو اطمینان کر سکتے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا اٹک کا حملہ۔ اجمک

ہند کی فوج تین لاکھ کے قریب تھی اور پین ہزار مسلمان تھے۔
 اور تین لاکھ شکست کھا گئے۔ اور پھر ہندوستان میں اسلام کی بنیاد
 پڑ گئی۔ ظہیر الدین بابر کا رانا سانگا کو معہ اس کی ساڑھے تین لاکھ
 فوج دس ہزار چیدہ مجاہدین سے پائمال کرنا وغیرہ بہت سی
 مثالیں موجود ہیں۔ اور یہ لوگ جن کا واقعہ زیر بیان ہے۔
 اصحاب رسول خدا کے جوش اور محبت اسلامی کی برابر ہی نہیں کر
 سکتے ہیں۔ وہ تو بانی اسلام۔ مادی انام کے خاص فیض یافتہ
 تھے۔ وہ الجنتہ تحت ظلال العیون پر بلا تامل دل سے یقین
 رکھتے تھے۔ اور انہیں اپنی جماعت پر بڑا ناز تھا۔ اولان کو خدا کے
 پاک کلام ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفحہ اکابرہم
 بنیان قرصوں پر پورا و ثوق تھا۔ انہوں نے کئی بار پیغمبر خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں کلام کھڑے ہوئے تھے غلبت ان
 کی سچائی کا شاہدہ عینی کیا تھا۔ پس ایسے خدا پرست حال نہوش
 بہادر لوگ کی نگاہ میں دشمن کی کثرت کیا و نعت رکھ سکتی تھی۔ اور
 ان کی دینی شجاعت پر کیا اثر ڈال سکتی تھی۔
 آخر جنگ شروع ہو گئی۔ زبید ابن حارث سردار شکر اسلام
 بعد تربیت فوج کو ذرا تشیب دینے کے لیے علم نے کرہیدان میں
 نکلا۔ اور شجاعت و فن شہسوار می کی داد دے کر حملات متواترہ
 کرنے لگا۔ لیکن عیسائیوں کے بہادر شیراندوں کی قوا عدوانی اور سخت

بیرباری نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور تیروں سے زیدؑ کا بدن چھلنی ہو گیا۔ مگر اس بہادر نے مقابلہ سے منہ نہ موڑا۔ اور فوج کو عہدگی سے اٹھاتا رہا۔ آخر کثرت جراحات سے کم طاقت ہو کر گھوڑے سے گرا۔ اور

سیدھا فردوس میں پہنچ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہدایت کے مطابق زیدؑ کے شہید ہوتے ہی جعفرؑ ابن ابی طالب نے فوج کی کمان لی۔ اور اپنی ذاتی اور آبائی بہادری کے جوہر دکھا کر عیسائی بہادروں کو دنگ کر دیا۔ حملہ میں جعفرؑ کا گھوڑا پے کیا گیا۔ مگر اس کی جلی مائشی جرات پر کوئی اثر نہ پڑا۔ چار یا وہ پہلے سے زائد شیر ہو گیا۔ اور اپنے چند ہمراہیوں کو ساتھ لے دشمن کے ٹڈی دل لشکر میں جا گھسا۔ کسی نے جعفرؑ کے ایک ہاتھ کو بھی تلوار سے اڑا دیا تھا۔ علم کو جعفرؑ نے بائیں ہاتھ میں پکڑا۔ اور بدستور مقابلہ پر ڈٹا رہا۔ کہ اتنے میں کسی اور مخالف نے بائیں ہاتھ کو بھی قلم کر دیا۔ اسلام کے جاں نثار جعفرؑ نے جو شہادت کے نشہ میں چور ہو رہا تھا۔ علم محمدی کو چپاتی سے لگا لیا۔ اور ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا۔ اور آئندہ نسلوں کے لئے بے مثال بہادری اور استقلال کی ایک بیش قیمت اور لاثانی نظیر چھوڑ گیا۔ گو بیدست و بے اسلحہ تھا۔ مگر اپنی کمان افسری کے فرائض منصبی کے بجالانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اتنے میں کسی نے جعفرؑ کے شمشیر سے دو ٹکڑے کر دیئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جعفرؑ کی لاش پر

پچاس زخم شمار کئے تھے۔ جو تمام سینہ اور پیٹ پر تھے۔ جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ پیٹھ پر نہیں زخم کھایا۔ بلکہ سینہ پر روکا۔ یہ اسلامی شجاعت اور ہاشمی خون کا ایک ادنیٰ نمونہ تھا جس کو انہوں نے پیش کیا۔ عبداللہ بن رواحہ اس روز تین دن سے بھوکا تھا۔ اس کے چچا زاد بھائی نے کچھ پکا ہوا گوشت دیا۔ جیسے ہی حضرت جعفرؓ کی شہادت کی خبر سنی۔ گوشت منہ سے نکال کر پھینک دیا اور کہنے لگے افسوس! تو دنیا سے اکیلا چل رہا۔ ایک شخص عبداللہؓ کے جو امیر صاحب جائداد تھا۔ فوراً غلاموں کو آزاد اور تمام جائداد کو اسلام کے واسطے وقف کر کے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر علم سرداری کو اکٹھا لیا۔ اور دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑا۔ اور لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ پھر ثابت الضاری نے علم سر کیا۔ اور بہادرانہ مقابلہ سے دشمن کو بڑھنے نہ دیا۔ اور مسلمانوں سے کہا۔ کہ جلد منتخب کرو۔ پھر جلد مسلمانوں کی نظر انتخاب حضرت خالدؓ بن ولید پر اکٹھی جس کی بہادری کا سب کے دلوں پر پہلے ہی بیٹھا ہوا تھا۔ چونکہ آپ مختلف معرکوں میں اسلام سے قبل داد شجاعت حاصل کر چکے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں کسی افسری کے لائق نہیں ہوں۔ بلکہ مجھے ایک آزاد سپاہی کی طرح لڑنے دو۔ مجھے یہی پسند ہے۔ حضرت ثابتؓ نے کہا۔ کہ پہلوانی۔ جان نثاری اور تجربہ کاری تجھ پر ختم ہے۔ اور میں نے بھی علم ہمارے ہی واسطے اکٹھا یا تھا۔ پس امیر خالد رضی اللہ عنہ

نے حبیبی اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر کہ کر علم لے لیا
 آج اسلام کی یہ پہلی کمان خالد کے ہاتھ میں تھی۔ اور یہ ایسے ارٹے
 اور مشکل وقت میں ملی کہ عیسائی بہادر فوجوں کی شہمت و شدت
 اور چند بہادر جنرل اسلام کی متواتر شہادت نے مسلمانوں کو ہلا دیا۔
 اور ایسی مایوسی کا جو نتیجہ عموماً ہوتا ہے۔ وہ آخر اسلامی لشکر میں
 ظاہر ہونے لگا۔ کہ مسلمان بھاگ نکلے۔ ایسے وقت میں صرف امیر
 خالدؓ کے استقلال بہادرانہ اور تدبیر شجاعانہ ہی کا کام تھا۔ کہ
 ایک طرف تو مقابلہ میں ڈٹا رہا۔ اور دشمن کو اس شکست سے
 نائدہ نہ اٹھانے دیا۔ دوسری طرف اپنی پر اگندہ اور قلت تعداد
 فوج کو جوش و بغیرت دلا کر میدان میں لا کھڑا کیا۔ اور اپنی فوج
 الوادیت شجاعت سے شمشیر آبدار کے ساتھ کشتوں کے ڈھیر لگا
 دیئے۔ دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں چکر لگانا۔ اپنی فوج
 کو سنبھالنا۔ دشمن کو روکنا۔ بجلی کی طرح کوندنا۔ شیر بر کی طرح
 دھاڑنا تھا۔ اور نکل جاتا تھا۔ جدھر حملہ آور ہوتا۔ صفوں کی صفیں
 الٹ دیتا۔ عیسائی بہادروں نے بھی دل کھول کر مقابلہ کیا۔ اور
 مسلمانوں کی صفوں کو کئی بار منتشر کیا۔ اور بے ترتیب کیا۔ مگر
 خالد کی قومی جرأت و مذہبی جوش کے مقابلہ میں عیسائی طاقت
 نہ بھیر سکی۔ وہ اپنی قواعد و انی اور سامان کی عمدگی سے کوئی فائدہ
 نہ اٹھا سکے۔

اس روز خالدؓ کے ماتحت میں تلوار ٹوٹی کھٹی ماس سے خالد کی کوشش کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بجلا ایسے دشمن کشت جنرل سے کوئی غمدہ برآ ہو سکتا تھا؟ یا میدان جیت سکتا ہے؟ شام تک کشت و خون کا بازار گرم رہا۔ مگر کوئی مضید نہ ہوا۔ جب آفتاب کی معصوم کرنیں شہدا کی لاشوں پر پڑ رہی تھیں۔ آفتاب نے اپنی توجہ صحبت کو دوسری طرف پھیر دیا۔ طرفین شام سے پہلے اپنی قیام گاہ پر جانے کے لئے مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں کو عیسائیوں نے ظہری کافی نقصان پہنچایا تھا۔ مگر مسلمانوں کے غازیانہ سیر و استقلال اور بے مثل جنرل حضرت خالدؓ کی جنگی اہلیت و قابلیت کا سکھ بھی عیسائیوں کے دل پر بیٹھ گیا۔

امیر خالدؓ نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ دشمن کی کثیر فرج کا مقابلہ اس مٹھی بھر جماعت کے تمام جنگی دستور سے ذرا تھک چلے۔ اسی وجہ سے امیر خالدؓ نے دوسرے روز اپنی فرج کو سکور (سرج) کی شکل میں کھڑا کیا جو کہ یورپ میں آج کل ایک اعلیٰ قانون جنگی تصور کیا جاتا ہے اور جس کے قلم کو کوئی زبردست سے زبردست رسالہ بھی نہیں توڑ سکتا۔ وسطی زمانہ میں سب سے پہلے اس قاعدے کو امیر خالدؓ نے صرف اپنی بیافست خداداد سے جنگ موتہ میں اختراع کیا تھا۔ اسی کے شرع ہونے پر مخالفوں نے سر توڑ کوششوں سے حملے کے مگر اس سنگین فوجی نفع کو نہ توڑ سکے۔ بلکہ ہر بار نقصان کثیر اٹھا کر

پس پاہوتے رہے۔

دورانِ پیشِ مدبر جنرل امیر خالدؒ نے جب دیکھا کہ دشمن بے درپے حملوں سے تھک گیا ہے۔ فوراً شیر کی طرح جھپٹا اور ایسا تیز حملہ کیا کہ دشمن کو حواس باختہ کر دیا۔ نوکِ سان اور تلوار کی دھار کے آگے مخالف فرج کو رکھ لیا۔ اور گاجر مولیٰ کی طرح کاٹنا شروع کیا۔ دشمن بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے کچھ دور تک پیچھا کیا۔ اور جمعیتِ مخالف کو بالکل پر اگندہ کر دیا۔ ہزاروں مقتول و مجروح اور قید کئے گئے۔ چونکہ یہ غزوہ محض ایلچی اسلام کے قتل کے انتقام کے لئے کیا گیا تھا۔ جو با حسن و جہ پورا کر لیا گیا۔ اس وجہ سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بخیر و خوبی رسولِ خدا۔ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں مدینہ منورہ واپس حاضر ہوا۔ اور اسلامی شمشیر کا رعب و داب عیسائیوں کے دلوں میں جما آیا تھا۔

سِفْتُ اللہ کا خطاب

جس وقت لشکرِ مجاہدین میدانِ موتہ میں لڑ رہا تھا۔ اور ابھی تک مدینہ میں کوئی خبر نہ آئی تھی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ مدینہ میں اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ اور محض اشراقِ نبوت سے میدانِ جنگ کا ملا خطہ کوسوں سے فرما رہے تھے۔

ایک آپ نے فرمایا۔ کہ زیدؓ شہید ہو گیا۔ پھر جعفرؓ پھر عبد اللہؓ کی شہادت کی خبر دی۔ پھر ارشاد کیا۔ کہ اب خدا کی شمشیروں میں سے ایک شمشیر (سیف اللہ) خالد بن ولیدؓ نے علم اٹھایا ہے اور خدا نے اُس کے ہاتھ پر فتح دی ہے۔ اس روز سے خالدؓ کا خطاب سیف اللہ پڑ گیا۔ جو بالکل خطاب کے موافق موزون تھا۔ اس کے بعد ہر ایک لڑائی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے رفیق غنیمت صدیق اکبرؓ کے عہد ہدایت میں متواتر سپہ سالار رہا۔

دنیا اس امر سے انکار نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہی تاریخ سے یہ امور دور ہو سکتے ہیں کہ خالد بن ولیدؓ اور دوسرے مسلمانوں کی ایک مختصر مگر حوصلہ مند جماعت سامنے لے کر ایماہ کی طرف بڑھے۔ چونکہ سلیمہ اور سجاح مدعیہ نبوت دونوں میں مصالحت ہو چکی تھی اس لئے سلیمہ کی قوت بہت بڑھ گئی تھی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت خالدؓ کو یہی روکنے کے لئے سامنے آئی۔ حضرت خالدؓ نے اس جماعت کو بہت جلد بھلگئے پر مجبور کر دیا۔ اب سلیمہ خود بری شان و شوکت کے ساتھ مقابلہ کے لئے نکلا۔ دونوں فوجیں بڑی تیزی کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف بڑھیں۔ میدان کارزار میں گھمسان کا رن پڑا۔ دونوں طرف کے سپاہی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ ایک طرف اسلام کے سچے شیدائی تھے۔ دوسری طرف سلیمہ کذاب اور سجاح

کے ساتھ ہی عزت و آبرو کے لئے جان دے رہے تھے۔ لڑائی طول
 پکڑتی جا رہی تھی۔ کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک تدبیر کی۔ اور
 مسلمانوں کو زیادہ برأت دکھانے کا موقعہ دینے کی وجہ سے شہری
 اور بدوی قبائل کو علیحدہ علیحدہ دستوں میں تقسیم کر دیا۔ اور اعلان
 کر دیا۔ کہ دیکھو! آج شہری زیادہ بہادری اور جوانمردی سے لڑتے ہیں
 یا دیہاتی۔ سبقت عربوں کی فطرت کا جزو اعظم ہے اس وجہ سے
 دیہاتی اور شہری ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر لڑنے لگے۔ اور وہ
 جو سرد کھائے۔ کہ دشمن انتہائی جوانمردی کے باوجود حیران رہ گئے۔
 خصوصیت سے حضرت زیدؓ حضرت حذیفہؓ نے انتہائی بہادری
 دکھائی۔ گو یہ دونو بزرگ شہادت پا گئے۔ لیکن مسلمانوں کے جذبات
 میں ایسا ہیجان پیدا کر دیا کہ وہ انجام سے بے خبر ہو کر دشمنوں میں
 گھس گئے۔

مگر کہ آرائی شباب پر تھی کہ حضرت خالدؓ بن ولیدؓ خدائی تلوار
 بن کر کچھ اس قوت سے دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ کہ دشمنوں کے حوصلے
 پست ہو گئے۔ اور بھاگ کر جان بچانے کے سوا اور کچھ بن نہ پڑی۔
 بھاگنے والوں میں خود سلیمہ اور اس کی بیوی بھی تھی۔ ہزاروں لاشیں
 پیچھے چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ حضرت خالدؓ ان کے تعاقب میں تھے۔
 بھاگنے والے طریقہ کی چار دیواری میں گھس گئے۔ اور دروازہ بند
 کر لیا۔ طریقہ کی دیواریں بہت اونچی تھیں۔ لیکن کچھ مسلمان دیوار

بیانڈ کرانڈ پینچے ۔ دواؤ ذہ کھول دیا ۔ اور باقی مسلمان بھی اندر
گھس گئے ۔ یہاں بھی کفار بہت جم کر رہے ۔ ہر طرف خون کی ندیاں
بہ نکلیں ۔ لیکن آخر میں ناکام ہوئے ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سرگرمی
میں تین ہزار انتخاص قتل ہوئے ۔ خود مسلمان کذاب بھی قتل ہوئے ۔
مسلمان کی شکست گویا عرب میں کفر کی آخری شکست تھی ۔

اور تاریخ میں حضرت خالد کا یہ کارنامہ ہمیشہ زرین حروف میں لکھا
رہے گا ۔ کہ انہوں نے کفر کو آخری اور ناقابل فراموش شکست دی ۔
مسلمان کی شکست سے ارتداد کا طوفان ختم گیا ۔ اور پھر کسی کو اسلام
سے انحراف کی ہمت نہ ہوئی ۔ دوسرے نفلوں میں اگر یہ کہا جائے
کہ حضرت خالد نے مسلمان کو شکست دے کر عرب میں اسلام اور مسلمانوں
کی حکومت کی بنیادیں مضبوط کر دیں ۔ تو بے جا نہ ہو گا ۔ کیونکہ اگر
مرتدین کی سرکوبی میں سبب اللہ اتنی سمیت اور مستعدی اور ہمت
سے کام نہ لیتے ۔ تو نعوذ باللہ اسلام کا خاتمہ تھا ۔

فتح عراق

مسلمان کذاب کی شکست کے بعد چونکہ عرب کی مخالف قوتیں
ختم ہو چکی تھیں ۔ اس لئے حضرت صدیق اکبرؓ نے خالدؓ کو حکم دیا
کہ عراق کی طرف جائیں ۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ حکم نامہ حضرت خالدؓ کو عین اس

وقت ملا۔ جب کہ حضرت خالدؓ مفتوحہ علاقوں کے انتظامات
کمل کر چکے تھے۔ حضرت خالدؓ حکم ملتے ہی عراق کی طرف بڑھے۔
جہاد کا اعلان سن کر بہت سے حوصلہ مند عرب فوج میں شریک
ہونے لگے۔ فرات کے کنارے پہنچ کر جب فوج کا شمار ہوا۔
تو اس میں ۱۸ ہزار سپاہی تھے۔ اور حضرت خالدؓ ان ۱۸ ہزار
مجاہدوں کو ساتھ لے کر فتح کرنے چلے۔

جو ملک حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں کے سامنے تھے۔ یہ
ملک ایک نئی دنیا تھی۔ اُن کے لئے جو عرب کے لق و دق صحرا۔
تپتی ہوئی ریت کے باشندے تھے۔ پھر نطفہ دیکھئے کہ جہاں خالد
اور ان کے ساتھیوں نے ڈیرے ڈالے تھے۔ اُس کی ایک طرف
تو سینکڑوں میل میں ریگستان اپنی تپتی ہوئی ریت اور سورج کی
گرمی سے جھلے ہوئے سیاہ پہاڑوں کا لا انتہا سلسلہ لئے ہوئے
تھا۔ اور دوسری طرف سرسبزی پھیلی ہوئی تھی۔ ہرے ہرے
کھیت اور پھراُن میں پانی کی اس درجہ فراوانی کہ ہر طرف
چھوٹی چھوٹی نہریں سانپ کی طرح بل کساتی ہوئی پورے علاقہ
میں پھیلی تھیں۔ جگہ جگہ باغ اور ان میں خوشبودار پھولوں
اور خوش ذائقہ پھلوں کی اس قدر کثرت۔ کہ عرب اُسے جنت
ارضی سمجھ رہے تھے۔

یہ وسیع خطہ دجلہ اور دھشق کا درمیانی علاقہ ہے جوصل

کی طرف کچھ اور بڑھے۔ تو مشرق قریب کا پہاڑی سلسلہ اور خوش
گوار وادیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ ایک طرف بابل کی طرف بہتا
ہو اور یائے فرات ارد گرد کا علاقہ سیراب کرتا ہے۔ دوسری
جانب دجلہ پہاڑیوں میں سے ہوتا ہوا اور سانپ کی طرح ہل کھاتا
ہر طرف سبزہ بکھیرتا نکل گیا ہے۔ یہی وہ پہاڑ ہیں جو عراق
عرب کو ایران سے جدا کرتے ہیں۔ اور اپنی دو دریاؤں کے وسط
میں شام کا دل فزا علاقہ واقع ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سو سال پہلے اس تمام
علاقہ میں سرکش بد و قبائل پھیلے ہوئے تھے۔ شام کی طرف عرب
کا مشہور قبیلہ غسان آباد تھا۔ یہ اور اس کے ہمسایہ قبائل رومی
سلطنت کے باج گزار تھے۔ اور مشرقی جانب کی آبادی ایرانی بادشاہ
کے ماتحت تھی۔

پہلا معرکہ ذات السلاسل

العرص ہی وہ دلغزا مقام تھا۔ جہاں حضرت خالدؓ نے ڈیرے
ڈالے۔ اس مقام سے تھوڑی دور ہرمز اس علاقہ کا گورنر حضرت
خالدؓ کو روکنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ حضرت خالدؓ نے اسلامی طریقہ
کے مطابق ہرمز کو سب سے پہلے ایک خط لکھا۔ جس میں اُسے اسلام
یا جزیہ قبول کرنے کی دعوت تھی۔ اور آخر میں لکھا۔ کہ اگر اُسے یہ دونو

شرطیں منظور نہ ہوں۔ تو اُسے معلوم ہونا چاہئے کہ اُس سے لڑنے کے لئے ایک ایسی جماعت آرہی ہے جس کے نزدیک شہادت کی موت دائمی زندگی کا حکم رکھتی ہے۔

حضرت خالدؓ نے ہرمز کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دینے کے بعد فوج کی ترتیب پر توجہ دی۔ اور اُسے تین حصوں پر تقسیم کر کے ایک حصہ ششی اور دوسرا عدی بن حاتم کی کمان میں دے دیا۔ اور تیسرے حصہ کو بلا واسطہ اپنی ماتحتی میں رکھا۔

فوج کو ترتیب دینے کے بعد حضرت خالدؓ الحیرہ کی طرف بڑھے۔ دوسری طرف سے ہرمز حضرت خالدؓ کے خط کو قبصر کے ملاحظہ کے لئے بھیج کر حضرت خالدؓ کو روکنے کے لئے الحیرہ پہنچا۔ الحیرہ پہنچ کر ہرمز نے اپنی فوج کو ایک مناسب اور اونچی جگہ پر بٹھرایا۔ اور دریا پر پیرہ بٹھا دیا۔ کہ عربوں کو پانی نہ ملنے کی وجہ سے پریشانی لاحق ہو۔

حضرت خالدؓ الحیرہ پہنچے۔ اور فوج کو مناسب جگہ پر بٹھرانے کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ پانی پر دشمن کا پیرہ ہے۔ دشمن کی یہ کینگی انہیں بے حد شاق گذری۔ اور انہوں نے سب سے پہلے پانی کے لئے لڑنے کا حکم دیا۔ ہرمز کو حضرت خالدؓ کے اس ارادہ کی اطلاع ہوئی۔ تو اُس نے کہا ابھیجا۔ کہ فوج کو لڑانے سے بہتر یہ ہے کہ سپہ سالار مقابلہ کر دیکھیں۔ اگر تم نے مجھے مغلوب کر لیا۔ تو پانی سے

پابندی ہمالی جائیگی۔

ہرمز نے یہ پیغام محض اس لئے بھیجا کہ حضرت خالدؓ کو مرعوب کرے۔ مگر حضرت خالدؓ اس قسم کے آدمی نہ تھے۔ انہوں نے پیغام سنا تو فوراً فوج سے نکلے۔ اور میدان میں آکھڑے ہوئے ادھر سے ہرمز بھی لوہے میں غرق۔ شانہ لباس پہنے۔ غرور و تکبر سے اکڑتا ہوا میدان میں نکلا۔ ہرمز نے حضرت خالدؓ کے ظاہری ساز و سامان کو دیکھا۔ تو حقارت سے مہنسا سا اور جلدی سے تلوار نکال کر حضرت خالدؓ پر وار کیا۔ حضرت خالدؓ نے اس کا وار ڈھال پر روکا۔ اس نے غصہ میں آکر دوسرا وار کیا۔ حضرت خالدؓ نے اسے بھی ڈھال پر روکا۔ اسی طرح اس نے چارے درپے پانچ وار کئے۔ حضرت خالدؓ نے یہ سب وار نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ ڈھال پر روکے۔ پانچویں وار کے بعد انہوں نے بھی تلوار پر ماتھ رکھا۔ تلوار ہوا میں چمکی۔ اور دیکھنے والوں نے دیکھا۔ کہ ہرمز کا سر تن سے جدا ہو کر خاک و خون میں لوٹ رہا تھا۔ ادھر ہرمز کا سر کٹا۔ ادھر حضرت خالدؓ کے اشارہ سے حضرت ثنیؓ دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ ہرمز کے قتل سے دشمنوں کے ہوش اڑ چکے تھے۔ کہ حضرت ثنیؓ کے حملے نے سکتے میں ڈال دیا۔ بڑی دیر تک تو وہ قتل ہوتے رہے۔ لیکن آخر سر پر پاؤں رکھ کر بڑی طرح بھاگے۔ بزدل موت کے ڈر سے بھاگ رہے تھے۔ لیکن موت

حضرت ثنیؓ اور ان کے ساتھیوں کی صورت میں ان کے پیچھے پیچھے آرہی تھی۔ سر ولیم میور کا بیان ہے کہ دشمن کی فوج بھاگتے وقت زیادہ کام نہ آئی۔ اس فتح میں بے شمار قیدیوں کے علاوہ بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ حضرت خالدؓ نے خمس نکال کر حضرت خلیفۃ المسابینؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور باقی حصے سپاہیوں میں تقسیم کر دئے۔ تاریخ کی کتابوں میں اسی واقعہ کو ذات السلاسل کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں کے اگلے دستے آہنی زنجیروں میں جکڑے تھے۔ تاکہ بھاگ نہ سکیں۔ لیکن بے سرو سامان مسلمانوں نے باوجود بے سرو سامانی کے جب انہیں شکست دی۔ تو یہی آہنی زنجیریں ان کے نئے موت کا باعث بنیں۔ اور جتنے سپاہی بھی زنجیروں میں جکڑے تھے۔ ان میں سے ایک بھی بچ کر بھاگ نہ سکا۔

دوسری چھوٹی چھوٹی لڑائیاں

حضرت خالدؓ نے مال غنیمت کی تقسیم کے بعد حضرت ثنیؓ کو رومیوں کے تعاقب میں بھیجا۔ اسلامی لشکر چند میلوں کی مسافت طے کرنے پایا تھا۔ کہ راستہ میں ایک قلعہ دکھائی دیا۔ یہ ایک شہزادی کی جائداد تھی۔ حضرت ثنیؓ نے اس کے محاصرہ کے لئے

اپنے بھائی کو مقرر کیا۔ اور خود آگے بڑھے۔ سلسلے ایک اور قلعہ
 تھا۔ جسے حضرت شمس نے بہت جلد ہی فتح کر لیا۔ اس قلعہ کی
 خیریں پیلے قلعے والی شہزادی کو پہنچی۔ تو اس نے سب ہتھیار
 ڈال دیے۔ اور قلعہ کے دروازے کھول دیے۔

شہنشاہ ایران کی پریشانی

حضرت خالدؓ کی فتوحات کا سلسلہ بڑھتا جا رہا تھا۔ رومیوں
 کے بہت سے مقامات ان کے قبضہ میں آچکے تھے۔ فتوحات کی یہ
 خبریں بادشاہ کو پہنچیں۔ تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اُسے تعجب تھا۔
 کہ وہ لوگ جو کل تک نہ صرف مال کے اعتبار سے اس کے محتاج تھے
 بلکہ قوت کے لحاظ سے بھی اب اس درجہ حوصلہ مند کس طرح ہو گئے
 اور ان کے بازوؤں میں میری فوج کو شکست دینے کی قوت کہاں
 سے آگئی۔ اس غریب کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ عرب کی سوتی بستی میں
 نقیب الہی نے ایک تازہ روح پھونک دی ہے۔ اور اب یہ بستی نہ صرف
 صدیوں نحو جاگتی رہیگی۔ بلکہ دوسروں کو جگائے رکھیگی۔

پایہ تخت کی طرف اس سیلاب کو روکنے کے لئے ہر طرف نقیب
 دوڑائے گئے۔ اس پاس کے جاگیردار اور نوابوں کی طلبی ہوئی
 یہ حکم عام ہونے ہی ہر طرف سے فوجیں آنی شروع ہو گئیں۔ اور تھوڑے
 دنوں کے اندر ایک بہت بڑی فوج تیار ہو گئی۔ اور سپہ سالار ان تازہ

دم فوجوں کو ساتھ لئے چند ہزار ٹھکے ماندے عربوں کا راستہ روکنے نکلا۔

ادھر ٹٹنے دم چھوٹی چھوٹی بستیوں اور قلعوں کی فتح میں مشغول تھے۔ دشمن کی فوج نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا۔ انہیں ہر طرف موت ہی موت نظر آنے لگی۔ لیکن حضرت خالدؓ جیسے بہادر سپہ سالار کے جاں نثار ساتھی نے موت سے ڈرنے اور لرزنے کی بجائے ہر طرف سے اس کا مقابلہ کیا۔

بلاذری کا بیان ہے کہ حضرت ٹٹنےؓ باوجود تھوڑی سی راہ رکھنے کے اس جرأت اور حوصلے کے ساتھ دشمنوں سے لڑے کہ انہیں اپنی قلت تعداد کا احساس نہیں ہونے دیا۔

دونوں فوجیں مصروف جنگ تھیں۔ عرب کے بہادر شیر دشمنوں کو چیر چیر کر زمین میں پھینک رہے تھے۔ کہ ایک طرف سے سیف اللہ خالدؓ بن ولید حضور کا عطا کردہ سیاہ علم ہوا میں لہراتے۔ تیزی سے میدان جنگ کی طرف آتے دکھائی دئے۔ حضرت خالدؓ کے تشریف لائے ہی دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور ٹٹنےؓ اور ان کے ساتھیوں کی ہمتیں بڑھ گئیں۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ پہلے دشمن بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ لیکن حضرت خالدؓ کی تعداد نے ان کی ترکی تمام کر دی۔ اور وہ پہلو بچانے لگے۔ حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھی بڑی تیزی سے حملے کر

رہے تھے۔ جن سے دشمنوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ اور آخر کار وہ بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ بھگڑے مسلمانوں سے بچ کر بھاگ رہے تھے۔ لیکن راستہ میں ناقابل عبور نہر تھی۔ بڑا دل تلوار سے بچنے کے لئے نہر میں کود رہے تھے۔ اور پانی کی تیز و تند موجیں انہیں غرق کر رہی تھیں۔

مورخین کا خیال ہے۔ کہ ہزاروں سپاہی نہر میں ڈوب کر مرے۔ تقسیم غنیمت کے بعد حضرت خالدؓ نے حضرت خلیفۃ المسیحؒ کو نامہ فتح لکھا۔ اور خمس بھجوا دیا۔

شہنشاہ ایران کی انتقامی کارروائی

حضرت خالدؓ کی اس فتح کی خبر جب بادشاہ کو ہوئی۔ تو اُس کے ہوش اڑ گئے۔ اُس نے دربار عام منعقد کیا۔ اور امراء اور شیوخ کو بلا کر یہ منحوس خبر سنائی۔ اور شرم دلائی۔ کہ آخر اس بے در پے شکست کا کیا سبب ہے۔ میری بہترین تربیت یافتہ فوج غیر تربیت یافتہ عربوں کے مقابلہ میں ناکام کیوں ہو رہی ہے۔ درباری شرم و ندامت سے سر جھکائے بادشاہ کے طعنے سنتے رہے۔ لیکن جواب کیا دیتے۔

ایک بوڑھے وزیر نے جرأت کی اور بادشاہ کو ایران کی فوج کی شکست کے اسباب بتاتے ہوئے سمجھایا۔ کہ ایرانی عربوں کا

مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حضور عربوں کو شکست دینا چاہتے ہیں۔ تو اپنے
 باج گزار عرب قبائل کو ان کے مقابلہ میں بھیجئے۔ پھر دیکھئے۔ ان کے
 مزاج درست ہوتے ہیں یا نہیں۔

وزیر کے مشورہ پر اسی وقت عمل کیا گیا۔ نقیب ہر طرف دوڑائے
 گئے۔ عرب سرداروں کو اپنی فوجوں سمیت دار الخلافہ چلنے کی دعوت دی۔
 عرب سرداروں اور شیوخ کو شہنشاہ ایران کا پیغام ملا۔ تو وہ اس کی
 خوشنودی کی خاطر بڑی سرعت کے ساتھ دار الخلافہ کی طرف بڑھے۔
 اور چند دنوں کے اندر اندر ایک بہت بڑی فوج جمع ہو گئی۔ شہنشاہ
 ایران نے خود فوج کی ترتیب میں حصہ لیا۔ اور بہمن ایک مشہور بہادر
 کو سپہ سالار بنا کر فوج کو مارچ کا حکم دیا۔

ایرانی فوج کی روانگی

فوج کے آگے ایرانی بینڈ بچ رہا تھا۔ اس کے بعد مقدمۃ الجیش
 تھا۔ اس کے پیچھے دوسرے عرب قبائل حسب مراتب روانہ ہو رہے تھے۔
 عرب قبائل کے پیچھے ایران کی منتخب سپاہ تھی۔ ایرانی فوج کے زرق برق
 لباس کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا تھا۔ کہ یہ کوئی شاہی برات ہے جو کسی
 شہزادی کے بیاہنے کے لئے روانہ ہو رہی ہے۔ اطلس و زربفت کے جلے
 ان پر سنہری اور روپہلی پٹکے عجیب بہار دے رہے ہیں۔ ایرانی سپاہ
 کے وسط میں بہمن سونے کا خود پہنے اور ہاتھ میں سنہری دستے کی تلوار

لئے قومی ہیکل گھوڑے پر سواری کرتا۔ اور ادھر ادھر غرور و تکبر سے
لگا ہیں ڈالتا بڑھ رہا تھا۔ اس کے پیچھے دوسرے ایرانی سردار اور
فوجی افسر تھے۔

یہ لشکر جبار دجلہ اور فرات کے مقام اتصال پر پہنچا۔ اور حضرت
خالدؓ اور ان کے چند ہزار ساتھیوں سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر
آکر ٹک گیا۔

دونوں طرف اعلان جنگ ہوا۔ ایرانیوں کی طرف سے فوجی ہگل
بجائے گئے۔ مسلمانوں کی طرف سے سپہ سالار نے بلند آواز سے تکیہ کیا۔
اور دونوں فوجوں کے تیر انداز مقابل پر تیروں کی بارش کرتے ہوئے
آگے بڑھے۔

خالدؓ کی فوجی ہنرمندی

دونوں فوجیں تیر اندازی میں مصروف تھیں۔ کہ دفعۃً حضرت
خالدؓ اپنے چند مخصوص ساتھیوں کے ساتھ فوج سے اس پھرتی سے
علحدہ ہوئے۔ کہ انہوں اور غیروں کو محسوس تک نہ ہونے دیا۔
حضرت خالدؓ میدان جنگ سے ہٹ کر اور کئی میل کا چکر کاٹ کر
پشت کی طرف سے ایرانی فوج پر آگرے۔ حضرت خالدؓ کے اس حملہ
سے ایرانی فوج کے ہوش اڑ گئے۔ وہ سمجھی کہ کوئی تازہ دم فوج
مسلمانوں کی امداد کو پہنچی ہے۔ بدحواسی میں فوج نے یہ تک نہ سوچا

کہ حملہ آوروں کی تعداد کا ہی اندازہ کرے۔

مسلمانوں کی فتح

اور حقیقت تو یہ ہے۔ کہ حضرت خالدؓ نے اس تیزی کے ساتھ حملہ کیا تھا۔ کہ ایرانیوں کو یہ سوچنے کا موقعہ بھی نہ ملا۔ بہمن دور کھڑا یہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اپنی فوج کو بہتیرا یقین دلایا۔ کہ حملہ آوروں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ لیکن بزدل ایرانیوں نے ایک نہ سنی۔ اور بھاگنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ مصیبت یہ تھی۔ کہ ایرانی بھاگیں تو کس طرف۔ پیچھے خالدؓ بن ولید تھے۔ اور آگے شنےؓ اور اُن کے جانباز ساتھی۔ ایرانیوں کی حالت اُس وقت بہت زیادہ قابلِ رحم تھی۔ آگے کی طرف بھاگتے ہیں۔ تو بھی موت منہ کھولے نظر آتی ہے۔ پیچھے کی طرف بھاگتے ہیں۔ تو پھر بھی موت کا سامنا ہوتا ہے۔ مگر بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ صفیں درہم برہم ہو چکی تھیں۔ پیادے اور سوار ایک دوسرے سے مل گئے تھے۔ گھوڑوں کی خرمستی و بال جان ہو رہی تھی۔ اس لئے جدھر کسی کو بھاگنے کا موقعہ ملا۔ اُسی طرف بھاگ نکلا۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ ایرانی زرق برق لباس پہنے بھاگ رہے تھے۔ اور پیچھے پیچھے پرانے کپڑوں میں ملبوس عرب بڑھے جارہے تھے۔ فوج کی بھاگنے سے بہمن بھی متاثر ہوا۔ اور وہ بھی بھاگ نکلا۔ بہمن کا ہمت

ہار کر بھاگتا تھا۔ کہ میدان جنگ ایرانیوں سے بالکل خالی ہو گیا۔
حضرت خالدؓ نے کچھ دور تک تعاقب کیا۔ اور پھر پلٹ کر مال
غنیمت شمار کیا۔

ایک اور مقابلہ

مسلمان فوج ہتھیار رکھ کر آرام کر رہی تھی۔ کہ دور سے
غبار اڑتا دکھائی دیا۔ دیکھتے دیکھتے دشمنوں کی جڑار فوج سر
پر آنے لگی۔ حضرت خالدؓ نے دشمنوں کو قریب آنے دیکھ کر فوج کو
ہتھیار بند ہو کر آگے کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔

یہ نئی فوج پہلی شکست کا انتقام لینے آئی تھی۔ اس میں
کچھ تو شکست خوردہ فوج کے سپاہی تھے۔ اور کچھ آس پاس کے
بدو قبائل تھے۔ جو پچھلی جنگ کے مقتولین کا انتقام لینے آئے
تھے۔ اس فوج میں ایرانی بھی تھے۔ جو بادشاہ کے حکم سے ان
لوگوں کی امداد کو آئے تھے۔

ایرانیوں اور بدوؤں کی یہ مشترکہ فوج بڑی جرأت
سے لڑ رہی تھی۔ اور کوشش کر رہی تھی۔ کہ عربوں سے انتقام
لے۔ لیکن حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں سے انتقام لینا
کچھ آسان کام نہ تھا۔

حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھی انتقام لینے والوں کو بھی موت کے

گھاٹ اُتارتے تھے۔ آج کے میدان جنگ میں خالد کے لڑنے کا انداز بالکل ترالا تھا۔ وہ کبھی ایک جماعت کے ساتھ شریک ہوتے۔ اور کبھی دوسری کے ساتھ۔ وہ مسلمانوں کی ہر صف میں جرات و بہادری سے لڑنے کی عملی تکلیفیں کر رہے تھے۔ خود بجلی کی طرح دشمنوں کی صفوں پر گرتے۔ اور انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے حضرت خالدؓ اسی انداز سے لڑ رہے تھے۔ کہ ایک بدو شیخ نے ان پر تلوار سے وار کیا۔ حضرت خالدؓ نے اس کا وار ڈھال پر روکا۔ اور دوسرے ہاتھ سے ایک ایسا جوابی وار کیا۔ کہ شیخ جی کا سرتن سے جدا ہو کر خاک و خون میں تڑپنے لگا۔

بدوؤں کے سردار کے قتل سے بدوؤں کے ہوش اُڑ گئے اور وہ پیچھے کی طرف ہٹے۔ اب ایرانیوں نے انہیں ترغیب دینے کی غرض سے بڑھ بڑھ کر حملے کرنے شروع کر دیے۔ لیکن وہ حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں کے ایک ہی حملے سے پیچھے کی طرف بھاگے۔ اور میدان جنگ میں ایک دفعہ پھر دشمنوں کی لاشوں کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیا۔

اس شکست کے اسباب

بظاہر اس شکست کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن غور کیا جائے۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ مسلمانوں اور ایرانیوں کے کردار کا فرق

اس شکست کا سب سے بڑا سبب تھا۔ ایرانی گو بہادر اور جنگجو تھے۔ لیکن ان کی بہادری محض وقتی جوش کا نتیجہ تھی۔ اُن کے سامنے کوئی بلند مقصد نہ تھا۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل اور روپے کے للچ میں آکر وہ لڑنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ لیکن جب انہیں مسلمانوں کی خون آشام تلواروں سے مقابلہ کرنا پڑتا۔ اور موت کی تصویر ہر طرف آنکھوں کے سامنے پھرتی۔ تو وہ جی مار دیتے۔ اور میدان جنگ سے بھاگ نکلتے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کے سامنے ایک بہت بڑا مقصد تھا۔ وہ اپنے وطن سے اس دور دراز علاقہ میں محض اس لئے آئے تھے۔ کہ اسلام کے پیغام کو عام کریں۔ اس لئے دشمنوں کی کثرت اور قوت کا ان پر اثر نہیں پڑتا تھا۔ وہ مرنے کے لئے نکلتے تھے۔ اس لئے موت اُن کے لئے کوئی ڈراؤنی چیز نہ تھی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ اُنہیں فتح ہوتی اور دشمن ناکام ہوتے تھے۔ اس فتح میں بھی ایرانیوں اور مسلمانوں کی فطرت کا یہ فرق صاف نظر آتا ہے۔ ایرانی تیزی کے ساتھ بڑھتے ہیں۔ لیکن جب مسلمانوں سے مقابلہ ہوتا ہے۔ تو اسی تیزی سے بھاگتے اُٹھتے ہیں۔

اس فتح میں بھی حضرت خالدؓ اور اُن کے ساتھیوں کو بہت سا مال غنیمت ملا۔ جب قاعدہ حضرت خالدؓ نے حضرت خلیفۃ المسلمینؒ کو نامہ فتح لکھا۔ اور خمس بھی بھجوا دیا۔

بلاذری کا بیان ہے کہ جب قاصد نامہ فتح اور خمس لے کر حضرت خلیفہؑ کے حضور حاضر ہوا۔ تو حضرت خلیفہؑ کو اس قدر مسرت ہوئی کہ حضرتؑ نے سب سے بہتر اور سب سے خوبصورت کنیز قاصد کو عطا فرمادی۔ حضرت خالدؑ کی اس فتح سے ایرانی حکومت بہت زیادہ مرعوب ہو گئی۔ اور اُسے اب کسی اور فوج کے بھیجنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن عراق کے عربی قبائل ابھی مائل بہ فساد تھے وہ وقتاً فوقتاً اسلامی چھاؤنی پر چھاپہ مارتے رہے۔ اس لئے حضرت خالدؑ ان کی سرکوبی کو ضروری جان کر بدوی قبائل کے مرکزی مقام الحیرہ کی طرف بڑھے۔

بدوی قبائل کی سرکوبی

الحیرہ کے راستہ میں حید اور مقام بھی اس جیسے اہم تو نہیں لیکن کسی قدر اہم ضرورت تھی۔ ان میں سے ایک مفیسہ بھی تھا۔ یہ شہر دولت و ثروت کے اعتبار سے دوسرے شہروں سے بہت ممتاز تھا۔ مگر چونکہ دولتمند عموماً فطرتاً جنگجو نہیں ہوتے۔ اس لئے حضرت خالدؑ کی آمد کی خبر سنتے ہی شہر خالی کر کے بھاگے۔ اور شہر کو مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

بلاذری اور سرولیم میور کا متفقہ بیان ہے کہ اس شہر سے مسلمانوں کو بے شمار دولت ملی۔ خود دونوں کے سامان اور اسلحہ

کے علاوہ فی کس بندرہ سو دینار حصہ میں آئے تھے۔
 مال غنیمت کی کثرت کے اعتبار سے یہ فتح سب سے بڑھ کر
 ثابت ہوئی۔ اور جب خالدؓ کے قاصد فتح کی خوشخبری اور خمس کا
 بے شمار مال لے کر دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ تو حضرت صدیق
 اکبرؓ بے حد خوش ہوئے۔ اور تمام صحابہؓ کو بلا کر خالدؓ کی تعریف میں
 ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کے آخری الفاظ یہ تھے۔
 ”خدا کی قسم۔ خالدؓ جیسا جری اور بہادر سپہ سالار اور
 کوئی ماں پیدا نہیں کر سکی۔“
 ”خدا کی قسم۔ تمہارے شیر خالدؓ نے ایرانی شیر کو
 شکست دے دی۔“

الحیرہ کی طرف روانگی

مغیہ کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ کشتیوں پر سوار ہو کر
 الحیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت خالدؓ کی آمد کی خبر سن کر الحیرہ
 کے حاکم نے دریا کے بند کھلوا دیے۔ جس کے باعث حضرت خالدؓ اور
 ان کی فوج کی کشتیاں آگے بڑھنے سے رُک گئیں۔ حضرت خالدؓ
 فوراً بند کی طرف بڑھے۔ وہاں پہنچ کر پانی روکنے کے لئے تختے ڈلوا
 دیے۔ اب دریا پھر کشتی رانی کے قابل ہوا۔ اور حضرت خالدؓ راستہ
 میں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑتے الحیرہ پہنچ گئے۔

الحیرہ پہنچ کر حضرت خالدؓ نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بزدل گورنر محاصرہ کی سختی سے گھبرا کر بھاگ نکلا۔ لیکن شہر والے شہر کے دروازے کھولنے پر تیار نہ ہوئے۔ دو ہفتے تک بڑے سخت محاصرہ کے بعد جب شہر والوں کے مزاج درست ہو گئے۔ تو انہوں نے صلح کی درخواست کے ساتھ چند سفیر حضرت خالدؓ کی خدمت میں روانہ کئے۔

سفیر اپنے ساتھ بہت سے قیمتی تحائف لے کر آئے۔ اور چند مراعات کی درخواست کی۔ حضرت خالدؓ نے تمام تحائف اور ایک خط بارگاہِ خلافت میں بھیجا۔ وہاں سے جواب آیا۔ صلح کے شرائط منظور ہیں۔ تحائف بھی قبول کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ تحائف کی مناسب قیمت خراج کی رقم سے کاٹ دی جائے۔ سبحان اللہ۔ کیا یہ لوگ تھے۔ دنیا ان کی نظروں میں کس قدر بیچ تھی۔ وہ اپنے حق کے علاوہ کسی دوسرے کا حق غصب کرنا حرام سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ یہ لوگ جدھر بڑھتے۔ فتح و نصرت نے ان کے قدم چومے۔ اور دنیا خود ان کے قدموں میں جھکتی گئی۔

الحیرہ کا نظام فتح کے بعد

الحیرہ پہلا مقام ہے۔ جس نے محاصرہ کی سختی پر خراج کو ترجیح

دی۔ حضرت خالدؓ نے اسلامی اصول کے مطابق اس کی مناسب رقم مقرر فرمائی۔

شہر کا تمام اندرونی نظام شہر والوں کے ہاتھ میں ہی رہنے دیا۔ گویا انہیں زیر اسلام خود مختاری حاصل تھی۔ حضرت خالدؓ کی طرف سے شہر والوں پر کسی قسم کی سختی نہیں کی گئی۔ خراج سے منہ ہسی پیشوا اور راہب مستثنیٰ رکھے گئے۔ اس کے علاوہ غربا اور مساکین پر بھی خراج کا بوجھ نہیں ڈالا گیا۔

الحیرہ کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ ایک سال کے لئے آگے بڑھنے سے رُک گئے۔ سیاسی مصالح کی بنا پر ہی مناسب تھا۔ حضرت خالدؓ اس وقت تک متواتر شہر پر شہر فتح کرتے چلے گئے تھے۔ عراق کا کافی حصہ فتح ہو چکا تھا۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ سب سالانہ اقراج اسلامی مفتوحہ علاقے کے نظم و نسق پر تہمہ فرمائیں۔ ضرورت تھی کہ ملک میں امن قائم کیا جاتا۔ کیونکہ اس لشکر کشی کا سب سے بڑا باعث بھی تھا۔ کہ دنیا میں امن و سلامتی کی فضا پیدا کی جائے۔ مسلمان دوسری فتح اقوام کی طرح جلب زراہد جو ع الارض کے مریض نہ تھے۔ وہ امن و سلامتی کے پیغامبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ان کے ذمہ دنیا والوں کے جان و ایمان اور مال کی حفاظت کا کام بھی تھا۔ حضرت خالدؓ نے الحیرہ میں ایک سال تک قیام فرمایا۔ الحیرہ کا ایک سالہ قیام اس لئے بھی ضروری تھا۔ کہ مفتوحہ علاقہ کے باشندوں کی

شکایات سُنی جائیں۔ ان کے عادات و اطوار کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ کیونکہ مفتوح قوم کے عادات و اطوار سے واقف ہوئے بغیر اس پر اچھی طرح حکومت نہیں کی جاسکتی۔ حضرت خالدؓ مسلمان تھے۔ وہ دوسرے فاتحین کی طرح ظالم اور جابر نہ تھے۔ کہ مفتوحین پر جبر و ظلم کی حکومت کرتے۔ وہ عادل اور منصف فاتح تھے۔ اس لئے انہوں نے تمام مفتوحہ علاقہ میں منادی کرادی۔ کہ جس کسی کو کوئی شکایت ہو۔ ہم سے بیان کرے۔

دنیا میں لاکھوں بار قوموں کی تقدیریں بدلیں۔ اور حکومت کی بجائے انہیں غلامی کی ذلت اُٹھانی پڑی۔ تاریخ عالم شاہد ہے۔ کہ جب کوئی قوم مفتوح ہوئی۔ تو فاتح قوم نے اسے ہمیشہ زیادہ سے زیادہ ذلیل کرنے کی کوشش کی۔ مگر مسلمانوں کی فتوحات اس اعتبار سے دنیا کی روایات سے بالکل مختلف ہیں۔ مسلمان جہاں پہنچے اور جس قوم پر فتح پائی۔ تو اسے ذلیل کرنے کی بجائے سر بلند کرنے کی کوشش کی۔

حضرت خالدؓ کی مثال آپ کے سامنے پیش ہے۔ انہوں نے جس جس علاقہ کو فتح کیا۔ وہاں کے باشندوں کو بھری آزادی کے تمام حقوق عطا فرمائے۔ الحیرہ کے مقام سے مقصد یہی تھا۔ کہ اس وقت تک کے تمام مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کو با عزت زندہ رہنے کی تعلیم دی جائے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ حضرت خالدؓ نے انتظامی امور کی دیکھ

بھال کے علاوہ باشندوں کے اخلاق کو بھی بہتر بنانے پر توجہ کی۔

الانباء پر حملہ اور فتح

الحیرہ کے مناسب انتظام کے بعد حضرت خالدؓ الانباء کی طرف آئے۔ الانباء والے بھی قلعہ بند ہو گئے۔ کئی دن تک محاصرہ جاری رہا۔ لیکن چند دن کے محاصرہ نے ان کی ہمتیں سست کر دیں۔ اور انہوں نے بھی الحیرہ کے باشندوں کی شرائط پر شہر حضرت خالدؓ کے سپرد کر دیا۔ یہاں بھی حضرت خالدؓ نے الحیرہ کے سب سے انتظامات کئے۔ شہریوں کو اندونی آزادی عطا کی۔ اور مناسب خراج مقرر کر کے ان کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی۔

عین التمر کی فتح

الانباء کی فتح کے بعد حضرت خالد عین التمر کی طرف بڑھے۔ عین التمر کے مقام پر کچھ بدوی قبائل بھر قسمت آزمائی کے جمع تھے۔ لیکن حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں کی خون آشام تلواروں نے ان کے مزاج بہت تھوڑی دیر میں درست کر دیے۔ اور وہ میدان میں لڑنے کی بجائے قلعہ بند ہو گئے۔

محاصرہ کئی دن تک رہا۔ محصورین کافی دن تک محاصرہ کی

سختیاں برداشت کرتے رہے۔ لیکن آئرتنگ آگئے اور شہر فتح ہو گیا۔
یہ شہر گو حضرت خالدؓ کے بل پی فتح کیا تھا۔ لیکن پھر بھی شہریوں کو امن
عام دیا۔ اور ان کے حقوق کی ہر طرح حفاظت کی۔

دومہ پر لشکر کشی

حضرت خالدؓ کو عین النمر کی فتح سے فارغ ہونے ابھی کچھ دن ہوئے
تھے۔ کہ انہیں خبر ملی کہ حضرت عیاضؓ کو دومہ پر دشمنوں نے ہر
طرف سے گھیر رکھا ہے۔

حضرت عیاضؓ دومہ کی فہم پر بھیجے گئے تھے۔ شروع شروع
میں انہیں کچھ کامیابی ہوئی۔ لیکن بعد میں دشمنوں کی کثرت کے
باعث انہیں بہت پریشانی سے دوچار ہونا پڑا۔ حضرت عیاضؓ
کا شروع میں صرف ایرانیوں سے مقابلہ تھا۔ لیکن بعد میں جبکہ بن
ایہم بن عثمان کے غیر مسلم عربوں کی معیت میں ایرانیوں سے آ
گلا۔ جبکہ بن ایہم کی طرح اکیدر بھی عیاضؓ کو کمزور پا کر مسلمانوں
سے انتقام لینے کی خاطر حضرت عیاضؓ کو گھیرے ہوئے تھا۔

اکیدر وہی شخص ہے۔ جسے حضرت خالدؓ نے رسول اللہ ﷺ
اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک زبردست شکست دی تھی۔ اور
اسے پاڑ کر حضورؐ کی خدمت میں لے گئے تھے۔ وہ حضرت خالدؓ کا
انتقام حضرت عیاضؓ اور ان کے ساتھیوں سے لینا چاہتا تھا۔ اور

اُسے یہ دسم تک نہ تھا کہ حضرت خالدؓ اُسے سزا دینے کے لئے یہاں بھی پہنچ سکتے ہیں۔

حضرت خالدؓ نے عیاضؓ کی داستان مصیبت سنی۔ تو وہ اپنے چند حوصلہ مند ساتھیوں کو ساتھ لیکر ہوا کی سی تیری سے دور پہنچ گئے۔ حضرت خالدؓ کی آمد کی خبر عام ہوتے ہی دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ خاص طور پر اکبیرؓ کی حالت تو بہت ہی تراب ہوئی۔ بزدل حضرت عیاضؓ کو کمزور سمجھ کر انتقام لینے آیا تھا۔ مگر حضرت خالدؓ کی اللہ کی تلوار کو اپنے سر پر چمکنے دیکھا۔ تو اس بجا نہ رہے۔ ارادوں کے ساتھ چھوڑ دیا۔ اور کھاگ کھڑا ہوا۔ حالانکہ حضرت خالدؓ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اکبیرؓ صاحب بھی یہاں موجود ہیں۔ اکبیرؓ کے بعد جیلہ بن ابیم کھاگا۔ اور اس کے بعد ایرانیوں نے پیچھے پھیر دی۔ اور بزدل کچھ حضرت خالدؓ کے در سے مرغوب ہو کر اور کچھ ان کی تلوار سے ڈر کر میدان چھوڑ گئے۔ حیرت ہوتی ہے۔ کہ حضرت خالدؓ کے پاس بہت کٹھڑی فوج تھی۔ اور دشمن بہت زیادہ تھے۔ لیکن کثرت کے باوجود میدان چھوڑ کر کھاگ گئے۔ اور سب سے زیادہ تعجب تو یہ ہے۔ کہ عین التمر سے دوم بہت کافی فاصلہ پر تھا۔ اور حضرت خالدؓ بہت کٹھڑی دیر ہیں وٹاں پہنچ گئے۔ اور عین اس وقت جبکہ دشمن حضرت عیاضؓ کو دبانے میں کامیاب ہونے کو تھا۔ حضرت

سید اللہؒ نے پہنچ کر کفار کے ارادوں کو بلیا سیٹ کر دیا۔

دومہ کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ کچھ دنوں تک وہیں ٹھہرے

رہے۔ دوسری طرف دومہ کی شکست خوردہ قوتیں الحیرہ پہنچیں۔

اور یہ معلوم کر کے کہ خالدؓ ابھی تک واپس نہیں آئے۔ مسلمانوں پر

چڑھ آئے۔ اس واقعہ سے حضرت خالدؓ کی عظمت کا اندازہ کیجئے۔

تمام مسلمان فوج الحیرہ میں موجود ہے۔ صرف حضرت خالدؓ اور ان کے

چند ساتھی الحیرہ سے باہر ہیں۔ لیکن محض حضرت خالدؓ کی عدم

موجودگی ہی کو دشمن غنیمت سمجھ کر مسلمانوں پر حملہ کرتے ہیں۔

دشمنوں کی اس بزدلی کی اطلاع حضرت خالدؓ کو ملتی ہے۔ اور

وہ جس تیزی سے آئے تھے۔ اسی تیزی سے واپس لوٹے۔ اور الحیرہ

پہنچ کر بدوی قبائل کی سرکوبی کے لئے فوج کو تین حصوں میں

تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ حضرت عیاضؓ کے سپرد کیا اور انہیں الحیرہ

پر بھڑنے کا حکم دیا۔ دوسرے حصہ کو فرات کے پایاب راہوں پر

سلطہ کر دیا۔ اور خود عین التمر میں ٹھہرے۔ حضرت خالدؓ کے ان

انتظامات سے بدوی قبائل اور ایرانی گھیرے میں آگئے۔ تینوں لشکر

پوری قوت کے ساتھ دشمنوں کو ہر طرف سے دبا تے ہوئے مرکز

کی طرف بڑھے۔ بزدل باد قوئل اور ایرانیوں نے حسب دستور

بھاگ کر جان بچانی چاہی۔ لیکن ہر طرف سے مسلمانوں نے ان

کا استقبال کیا۔ اور ان کا کوئی آدمی بچ کر بھاگ نہ سکا۔ بہت

سے مارے گئے۔ اور باقی قید کر لئے گئے۔

جو بدوسی جنگ میں شریک نہیں تھے۔ مگر شرارتی تھے۔ ان کی استیوں پر حضرت خالدؓ نے چھاپے مارے۔ حضرت خالدؓ کی ان جنگی کارروائیوں سے دشمنوں کے مزاج درست ہو گئے۔ انہوں نے لڑنے کے ارادے چھوڑ دئے۔

الفرید پر لشکر کشی اور فتح

بدوسی قبائل کی سرکوبی کے بعد حضرت خالدؓ الفرید کی طرف بڑھے۔ الفرید عراق کا آخری حصہ تھا۔ اور حکومت ایران کی طرف سے حضرت خالدؓ کی بیچارہ کوروس کے لئے اس پر بہت بڑی فوج جمع تھی۔ حضرت خالدؓ کے ساتھ اس سے تقریباً چھ گنا کم فوج تھی۔ حضرت خالدؓ کے نزدیک دشمنوں کی کثرت کوئی حیثیت نہ رکھتی تھی۔ بارہا ایسی کثرتوں سے ٹکرا چکے تھے۔ اور ہمیشہ فتح پائی تھی۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں۔ کفانہ آج خلاف معمول بڑی جرأت سے لڑے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر خالدؓ فتح پا گئے۔ تو پھر ان کا روکنا مشکل ہو گا۔ یہی ڈرا نہیں آیت سے لڑے پر مجبور کر مارا۔ اور لڑائی طویل ہو گئی۔

یہ پہلا موقع تھا کہ لڑائی نے اس قدر طول پکڑا۔ حضرت خالدؓ فوج میں بھر گئے۔ اور منواترا در پر زور حملوں سے دشمنوں

کی صفیں الٹ دیں۔ صفوں کی ترتیب کا لگونا تھا۔ کہ کافروں کے پاؤں اکٹڑ گئے۔ اور حسب دستور پیٹھ پھیر کر بھاگ اُٹھے۔ فتح کے بعد اندازہ کیا گیا۔ تو پچاس ہزار کے قریب لاشیں میدان جنگ میں خاک و خون میں لوٹ رہی تھیں۔

حضرت خالدؓ کی یہ فتح اس سال کی آخری فتح تھی۔ اس فتح سے عراق کی تمام متغارب قوتیں ختم ہو گئیں۔ عراق کا بیشتر حصہ فتح ہو چکا تھا۔ اس لئے حضرت خالدؓ نے فوج کو کچھ دنوں کے لئے آرام کا حکم دیا۔

حج کو روانگی

یہ حج کا زمانہ تھا۔ اور حضرت خالدؓ کو دیار محبوب سے جدا ہونے کا فی دن ہو چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس فرصت کو غنیمت جانا۔ اور نہایت احتیاط سے فوج کو اطلاع کئے بغیر حج کو روانہ ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے اپنی غیر حاضری کو چھپانے کے لئے کچھ اس قسم کے انتظامات کر دئے۔ کہ فوج کے کسی آدمی کو نہ تو حضرت خالدؓ کی غیر حاضری کی خبر ہوئی۔ نہ ہی انہیں یہ شک ہو ا۔ کہ حضرت خالدؓ فوج میں موجود نہیں ہیں۔ فوج سے علیحدہ ہونے کے بعد حضرت خالدؓ سرعت کے ساتھ کعبۃ اللہ پہنچے۔ اور حج سے فارغ ہوتے ہی واپس تشریف لے آئے شام

کے وقت حضرت خالدؓ لشکر کے قریب پہنچے۔ تو لوگوں نے یہی خیال کیا کہ حضرت خالدؓ چل قدمی کے بعد تشریف لائے ہیں۔

قادیسیہ پر لشکر کشی

حج سے واپسی کے بعد چونکہ مسلمان فوج کافی آرام کر چکی تھی۔ اس لئے حضرت خالدؓ قادیسیہ کی فتح کے ارادہ سے قادیسیہ کی طرف بڑھے۔ قادیسیہ والوں کو جب حضرت خالدؓ کی آمد کی خبر ہوئی۔ تو یہ شہر کے دروازے بند کر کے محصور ہو گئے۔ حضرت خالدؓ محاصرہ میں مصروف تھے۔ کہ نامہ بردار حضرت سے حضرت صدیق اکبرؓ کا خط لایا۔

سپہ سالار اعظم افواج اسلام پیہ

اس خط میں حضرت خالدؓ کو عراق کی فتوحات پر مبارکباد دی گئی۔ اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ قادیسیہ کے محاصرہ کا کام کسی دوسرے کے سپرد کر کے خود شام کی طرف بڑھیں۔ اور ماں سے تمام افواج اسلامی کی رہنمائی فرمائیں۔

شام کی فتح

شام کو روانگی | حضرت خالدؓ کو شام کی ہم پر روانہ کرتے وقت سیدنا

صدیق اکبرؓ نے انہیں تمام افواج اسلامی کا سپہ سالار بھی مقرر کیا۔ کیونکہ سیدنا صدیق اکبرؓ کے نزدیک خالدؓ بہترین مدبر اور بہت بڑے بہادر تھے۔ یہ حضرت خالدؓ ہی تھے جنہوں نے فتنہ ارتداد جیسے طوفان کا زور توڑا۔ یہ حضرت سیف اللہؓ ہی تھے جنہوں نے عراق جیسے اہم علاقہ میں جہاں قدم قدم پر جنگ لڑنی پڑتی تھی۔ فتح پر فتح حاصل کی۔ اور اب جبکہ عراق میں اسلامی علم لہرایا جا چکا تھا۔ تو ضرورت تھی۔ کہ انہیں عراق سے زیادہ وسیع علاقہ میں اسلامی حکومت قائم کرنے پر مامور کیا جائے۔ یوں تو شام میں مسلمانوں کی فوج مصروف جنگ تھی۔ لیکن فتوحات کی رفتار بہت سست تھی۔ اور اس سست رفتاری پر کفایت نہیں کی جاسکتی تھی۔ ہمیں حضرت خالدؓ کی تعریف میں مبالغہ کرنا مقصود نہیں۔ اور نہ ہی شام کے مجاہدین پر نعوذ باللہ اعتراض کر رہے ہیں۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ شام کے مجاہدین میں جو لوگ شامل تھے۔ وہ آہستہ آہستہ بڑھنے کو مناسب سمجھتے تھے۔ لیکن سیدنا صدیق اکبرؓ نرم روی کے قائل نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے خالدؓ جیسے برق رفتار سپہ سالار کو شام کی طرف بھیجا۔ حضرت خالدؓ نے محاصرہ کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے صرف چند سو سپاہیوں کو اپنے ساتھ لیا۔ اور باقی تمام سپاہ کو حضرت شہنشاہؓ کے پاس چھوڑ دیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے روانگی سے پیشتر حضرت ثنّیہؓ کو تمام فوجی قواعد سکھائے۔ اور مناسب ہدایات دے دیں۔ حضرت خالدؓ سے حضرت ثنّیہؓ جدا ہونا نہیں چاہتے تھے۔ وہ انہیں کی زیر نگرانی جنگ کرنے کو پسند کرتے تھے۔ لیکن یہاں پسند کا سوال نہ تھا۔ یہاں دربار خلافت کے احکام کی تعمیل کی ضرورت تھی۔ اس لئے انہیں خالدؓ کی نیابت کے فرائض انجام دینے پڑے۔

بلاخرہ سی کا بیان ہے۔ کہ حضرت خالدؓ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ آٹھ سو جانباز تھے۔ اور ان جانبازوں کو لے کر اللہ کا یہ مجاہد اسلام اور قانون الہی کی اشاعت کے لئے شام جیسے وسیع ملک کو فتح کرنے نکلا۔

رستہ کی فتوحات | قادسیہ سے روانہ ہو کر حضرت خالدؓ جند وہ پہنچے۔ جند وہ میں کندہ اور دوسرے عجیب قبائل آباد تھے۔ حضرت خالدؓ نے ان سے جنگ کی اور ان پر فتح پائی۔ پھر یہاں سے المصیج اور الحصید میں آئے۔ یہاں نبی تغلب بن وائل کی ایک مرند جماعت رہتی تھی۔ حضرت خالدؓ نے ان سے جنگ کی اور ان پر بھی فتح پائی۔ اس کے بعد قراقرش شرف نے گئے۔ وہاں بھی فتح پائی۔ پھر سوئے آئے۔ اور یہاں بھی فتح پائی۔ یہ سارا علاقہ جس سے حضرت خالدؓ گزر رہے تھے۔ بدوؤں سے آباد تھا۔ اور ان

لوگوں نے ہر مقام پر حضرت خالدؓ کا رشتہ روکا۔ اور سچ پوچھو۔ تو سات آٹھ سو سپاہیوں کو دیکھ کر ہر ایک کو ان سے لڑنے کی جرأت ہوتی تھی۔ مگر انہیں معلوم نہ تھا۔ کہ یہ خالدؓ اور ان کے جانباز ساتھی ہیں۔ ان سے لڑنا آسان نہیں ہے۔ تعجب ہوتا ہے۔ کہ رشتہ میں کسی مقام پر بھی تو حضرت خالدؓ کو شکست نہیں ہوئی۔

قراقرم سے سوئے تک کا علاقہ بالکل بنجر اور ناقابل عبور صحرا تھا۔ یہاں سیلوں تک پانی نظر نہیں آیا۔ حضرت خالدؓ نے پیاس کی مصیبت سے بچنے کے لئے ایک تدبیر کی اور وہ یہ کہ ہر جگہ اونٹوں کو خوب اچھی طرح پانی پلا دیتے۔ پھر ان کے ہونٹوں میں نیزہ چھو دیتے تاکہ جھگلائی نہ کر سکیں۔ اس طرح پانی کا ذخیرہ اونٹوں کے پیٹوں میں محفوظ رہتا۔ اور خالدؓ اونٹوں کو ذبح کر کے ان کے پولوں سے پانی نکال کر فوج کو دیتے۔ یہ پانی بالکل صاف ہوتا۔ اور فوج خطرہ سے نکل جاتی۔

اس سارے رشتہ میں حضرت رافعؓ بن عمرہ الغائیؓ نے ان کی رہنمائی کی۔ کیونکہ یہ رشتہ ہر اعتبار سے ناقابل عبور تھا۔ اور رافعؓ اس کی مخصوص اور آسان گذار راہوں سے واقف تھے۔

حضرت خالدؓ الکوثرؓ پہنچے۔ یہاں سے قرقیسیا آئے۔ قرقیسیا پر فوج کا پانی ختم ہو گیا۔ کسی چشمہ کی تلاش ہوئی۔ حضرت رافعؓ نے

یہاں بھی رہنمائی کی۔ اور ایک چٹہ پر لے گئے۔ جو بظاہر آنکھوں
 سے اوجھل تھا۔ یہاں مسلمان بنائے۔ پانی پیا۔ اور پکھالیں بھر
 لیں۔ اور پھر اراکہ کی طرف بڑھے۔ جو مھوڑی دور پر تھا۔ اراکہ
 پہنچ کر حضرت خالدؓ نے اسے صلح کے ذریعہ فتح کیا۔ پھر دومنہ
 الجندل پہنچے۔ اسے بھی فتح کیا۔ پھر قسم آئے۔ قسم کے لوگوں
 نے حضرت خالدؓ سے صلح کی درخواست کی۔ صلح منظور کر لی گئی
 اور حضرت خالدؓ آگے بڑھے۔ تدمر پہنچے۔ تو واماں کے لوگوں نے
 ان کا رستہ روکا۔ اور جب ناکامی ہوئی۔ تو قلعہ گیر ہوئے۔ پھر امان
 مانگی۔ حضرت خالدؓ نے ان کو امان دے دی۔ یہاں سے حضرت خالدؓ
 افریقہ میں آئے۔ یہاں کے لوگوں نے ان سے جنگ کی اور مغلوب ہو
 گئے۔ پھر حواریہ میں آئے۔ یہاں بھی جنگ ہوئی۔ لیکن اللہ نے
 حضرت خالدؓ کو فتح دی۔ حواریہ کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ
 مرج دابق تشریف لے گئے۔ اور عسائی نصرانیوں پر حملہ کیا۔
 اور پھر یہاں سے ایشیہ کی طرف بڑھے۔ یہ مقام ثنیۃ العقاب
 کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت خالدؓ نے یہاں مھوڑی دیرنیام
 فرمایا۔ اور اسلامی پرچم نہرانے کی رسم ادا کی۔ یہ پرچم جسے حضرت
 خالدؓ نے اس سرزمین کفر میں پہلی دفعہ نہرایا۔ سرور کون و مکان
 صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص علم تھا۔ اس کا رنگ بالکل سیاد تھا۔
 اور یہ علم حضور سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد

سیدنا خالد بن ولید کو عطا ہوا۔

مختوری دیر آرام فرمانے کے بعد حضرت خالدؓ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح سے ملنے کے لئے الجابیہ پہنچے۔ اور ان کے ساتھ بصرے کی طرف چلے۔

بصرے پر لشکر کشی اور فتح

حضرت خالدؓ کی آمد سے پہلے حضرت شرجیل بن حسنہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بصرے کی فتح کو روانہ ہو چکے تھے۔ حالانکہ واقدی کے بیان کے مطابق حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھا کہ وہ ان کے آنے تک کسی مقام پر لشکر کشی نہ کریں۔

بصرے رومیوں کا ایک بہت اہم شہر تھا۔ اور وہاں مسلمانوں کے حملہ کے خوف سے بہت کافی فوج جمع کر لی تھی۔ حضرت شرجیلؓ کو دشمن کی کثرت کی اطلاع نہ تھی۔ اور اگر اطلاع ہوتی بھی۔ تو شاید وہ اس وجہ سے رکتے بھی نہیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ جب بصرے کے رومی میدان جنگ میں اترے اور مرنے مارنے کے ارادے سے اترے۔ تو حضرت شرجیلؓ کو بڑی دقت پیش آئی اس میں شک نہیں۔ کہ حضرت شرجیلؓ اور ان کے ساتھی بہت جرأت سے لڑ رہے تھے۔ لیکن ایک تو دشمن کی تعداد بہت زیادہ

کھتی۔ دوسرے تازہ دم تھے۔

دونوں فوجیں بڑی سختی سے لڑ رہی تھیں۔ مسلمان کمی تعداد کی وجہ سے دشمنوں کے گھیرے میں تھے۔ حضرت شرجیلؓ مسلمانوں کو خدا کی راہ پر کٹ مرنے کی تلقین فرما رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ بارگاہِ قدسی میں امداد کی دعا بھی کر رہے تھے۔ کہنا گاہ سانس سے غبار اٹھا۔ اور حضرت خالدؓ کا سپاہ علم فضا کے آسمانی میں لہراتا ہوا دکھائی دیا۔ تھوڑی دیر بعد خالدؓ کی سواری بھی نظر آنے لگی۔ اُن کے ساتھ حضرت عبدالرحمنؓ بن ابی بکرؓ اور حضرت ضرارؓ بن ازد اور چند دوسرے جانباز بھی تھے۔ اور یہ مختصر جماعت تیزی سے میدانِ جنگ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

حضرت خالدؓ نے دور ہی سے شرجیلؓ کو دیکھ لیا اور بلند آواز سے کہا۔

”دوست۔ میرے رفیق۔ موت سے کھیلنے والا جانباز اور تمہارا بھائی اللہ کے حکم سے تمہاری مدد کو آ پہنچا۔“

بصرے کی فتح | حضرت خالدؓ کے آتے ہی میدانِ جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں نے دشمنوں کی صفیں الٹ دیں۔ اور دشمن بھاگ کر قلعہ گیر ہو گیا۔ دوسرے دن پھر دشمن بہت عہد و پیمان کرنے کے بعد میدانِ جنگ میں اترے۔

حضرت خالدؓ نے آج خاص انداز سے فوج کو ترتیب دیا۔

اور دشمن کا انتظار کرنے لگے۔ دشمن شہر کے دروازے کھول کر باہر نکلے۔ پہلے دونوں طرف کے مخصوص جانباز واد شجاعت دیتے رہے۔ پھر دونوں فوجیں ایک دوسرے سے گتھ گئییں۔ لیکن حضرت خالدؓ اور ان کے جانباز ساتھیوں نے بہت جلد ہی دشمنوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ بیشمار لاشیں آج کے معرکہ کی یادگار پیچھے چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ اور اس کے بعد انہیں میدان جنگ میں نکل کر لڑنے کی جرأت نہ ہوئی۔

واقعی کے بیان کے مطابق روماس ایک ایماندار رومی سردار نے مسلمانوں کو شہر میں داخل ہونے کی راہ بتائی۔ واقعی کی اس روایت کی تائید میں ہمیں اور کوئی روایت نہیں ملی اس لئے ہم اس پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتے۔ بلاخری نے اس واقعہ کو بہت مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ اور صرف اتنا کہا ہے۔ کہ مسلمانوں نے شہر فتح کر لیا۔

خواہ واقعی کی روایت صحیح بھی ہو۔ تو پھر بھی یہ ماننا پڑے گا۔ کہ حضرت خالدؓ کی ہنرمندی اور تدبیر نے قلعہ میں داخل ہونے اور اس پر فتح پانے کی راہ نکالی۔ خواہ روماس کی امداد حاصل کی یا اور کسی کی۔ بہر حال بصرے فتح کر لیا۔ یہاں ایک بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ کہ حضرت خالدؓ نے قوت کے زور سے فتح کیا۔ لیکن جب شہر میں داخل ہوئے۔ اور دشمنوں نے ہتھیار ڈال

دئے۔ اور امان طلب کی۔ تو حضرت خالدؓ نے سب کو امان دے دی۔ اور فوج میں منادی کرادی۔ کہ ہم نے شہر والوں کو امان دے دی۔ کوئی کسی کا مال نہ لوٹے۔ اور نہ ہی کسی سے بدسلوکی کرے۔

اجنادین کا معرکہ

بلاذری کا بیان ہے۔ کہ حضرت خالدؓ نے بصرے کی فتح کے بعد اجنادین پر لشکر کشی کی۔

اجنادین پر رومیوں کی ایک بہت بڑی فوج موت و حیات کا فیصلہ کرنے کے لئے جمع تھی۔ کفار کی فوج کی تعداد کے متعلق مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ ایک لاکھ سے کم نہ تھی۔ بلاذری۔ واقعی۔ بطریقیوں اس بیان پر متفق ہیں۔

شام کے وقت حضرت خالدؓ اپنے ساتھیوں سمیت اجنادین پہنچے۔ دونوں فوجوں کی چھاؤنیاں آمنے سامنے تھیں۔ ایک طرف مسلمان ڈیرے ڈالے تھے۔ اور دوسرے طرف رومی پڑے۔ تھے۔ رومیوں کی شان و شوکت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے۔ کہ میلوں تک ایک نہایت شاندار اور بارونق شہر آباد تھا۔ ہر طرف بڑے عظیم الشان کیمپ لگے تھے۔ شاہی محلات کی طرح ہر طرح سے آراستہ پیراستہ تھے۔ فرش فرش بچھے تھے۔ دبیر قالینوں پر تخت

بچھے تھے۔ ان پر زبردست اور ریشم کی چادریں بچھائی گئیں۔
 دروازوں پر ریشمی پردے پڑے تھے۔ امرا اور سرداروں کے
 خیموں میں رقص و سرود کی محفلیں گرم تھیں۔ رومی اس طرح
 کل کی جنگ کا انتظار کر رہے تھے۔ دوسری طرف اسلامی کیمپ
 میں اللہ کی عبادت ہو رہی تھی۔ ہتھیار صاف کئے جا رہے تھے
 اور دعائیں مانگی جا رہی تھیں۔ کہ یہ میدان ان بھی انہیں کے
 ماتھے رہے۔

حضرت خالدؓ اس رات ایک لمحہ کے لئے نہیں سوئے یاری
 رات میدان جنگ کا چکر کاٹتے رہے۔ صبح کے وقت جب
 مؤذن نے اللہ کی عظمت و برتری کا اعلان کیا۔ تو خالدؓ نے
 گھوڑے سے اتر کر وضو کیا۔ نماز پڑھائی۔ اللہ اللہ۔ یہ نماز کا
 منظر بھی کیا عجب ہو گا۔ دس ہزار پردیسی مسلمان ایک لاکھ
 رومی سپاہ کی موجودگی میں اللہ کے حضور جھک کر بندگی کا ثبوت
 پیش کر رہے تھے۔

نماز سے فراغت کے بعد حضرت خالدؓ نے فوج کو تیاری کا
 حکم دیا۔ فوجیں صفیں باندھے تیار کھڑی تھیں۔ کہ حضرت خالدؓ نے
 میمنہ پر حضرت معاذ بن جبلؓ۔ میسرہ پر حضرت سعید بن عامرؓ۔
 نعمان بن بشیرؓ۔ اور شرجیل بن حسنہ کو افسر مقرر کیا۔ یرید بن
 سفیان کو عقب میں رہنے کا حکم دیا۔ اور خود حضرت ابو عبیدہؓ

کی معیت میں وسط فوج میں بٹیرے۔ یہ انتظام فرمانے کے بعد حضرت خالدؓ نے فوج کو ثابت قدمی سے لڑنے کی نصیحت فرمائی۔ مردوں کو نصیحت فرمانے کے بعد عورتوں کی طرف بڑھے اور انہیں فرمایا۔

”مرد اگر پیچھے ہٹیں۔ تو تمہارا فرض ہو گا۔ کہ انہیں مار مار کر واپس کر دو۔“

واقعی کہتے ہیں۔ کہ حضرت خالدؓ کی اس تقریر کا بہت اثر ہوا۔ اور مسلمانوں میں بے انتہا جوش پھیل گیا۔

اب مسلمان فوج حضرت خالدؓ کے حکم سے میدان جنگ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ دوسری طرف سے رومی بھی میدان جنگ میں اترے۔

حضرت خالدؓ نے اعلان جنگ کے طور پر تکبیر بلند کی ہی تھی کہ رومیوں کا ایک سفیر حاضر ہوا۔ اور سپہ سالار سے گفتگو کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت خالدؓ سامنے آئے۔ اس نے پوچھا۔ آپ ہی فوج کے سپہ سالار ہیں۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ مسلمان مجھے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ شرف اسی وقت ہے جب تک میں اللہ افند اس کے رسولؐ کے احکام سے مدگردانی نہ کروں۔

سفیر نے خالدؓ کو اپنی کثرت سے ڈرایا۔ اور صاع کی خواہش کی

لیکن حضرت خالدؓ نے حسب دستور صلح کے لئے شرطیں پیش فرمائیں
 اسلام یا جزیہ ورنہ جنگ۔ رومی سفیر واپس لوٹا۔ کہ اُدھر سے
 تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ خالدؓ نے ابھی اذن جنگ نہیں
 دیا تھا کہ ضار بن الازدر مشہور جبری اور بہادر نوجوان حاضر خدمت
 ہوئے۔ اور تن تہار و میوں پر حملہ کی اجازت چاہی۔ حضرت
 خالدؓ نے اجازت دی۔ تو یہ بہادر نیزہ تانے رومی تیر اندازوں
 پر ٹوٹ پڑے۔ رومی بھی مقابلہ کو آئے۔ مگر حضرت ضارؓ نے
 دیکھتے ہی دیکھتے پچیس رومیوں کو موت کے آغوش میں دے دیا۔
 رومی سپہ سالار کے حکم سے ایک رومی سردار ضارؓ کے مقابلہ کو
 بڑھا۔ ضارؓ نے اس پر پے درپے ایسے تیز حملے کئے۔ کہ رومی کا
 سانس پھولی گیا۔ اور تارے نظر آئے لگے۔ رومی سپہ سالار کے
 اشارے سے دس رومی جانباز رومی سردار کی امداد کو بڑھے۔
 دوسری طرف سے خالدؓ بھی دس مسلمانوں کو ساتھ لے کر ضارؓ کی
 امداد کو آئے۔ اتنے میں ضارؓ رومی سردار کا سر کاٹ چکے تھے
 اس نظارہ کے بعد دونوں فوجیں ایک دوسرے سے گھٹ گئیں۔ مقابلہ
 بہت سخت تھا۔ عرب کے مسافر اسلام اور خدائی قانون کی اشاعت
 کے لڑ رہے تھے۔ اور رومی عزت و آبرو اور ملک کی حفاظت کی
 خاطر۔

سورج بلند ہوتا جا رہا تھا۔ دھوپ بڑھتی جا رہی تھی۔

لیکن دونو فوجیں لڑائی میں مشغول تھیں۔ تلواریں چمک رہی تھیں۔ نیزے بلند ہو رہے تھے۔ اور انسانی سراور دوسرے اعضا کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ کہ سورج اپنا دن کا سفر ختم کر کے غروب کی تیاری کرنے لگا۔ اور دونوں فوجیں اپنی اپنی مقام گاہ کو واپس ہو گئیں۔ آج کے معرکہ میں تین ہزار رومی کام آئے لیکن مسلمان شہداء کی تعداد بہت کم تھی۔ رومیوں کے مقتولین کی زیادتی کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ کہ وہ موت سے

ڈرتے تھے۔ اس لئے موت ان کا پیچھا کر رہی تھی۔ رومی طاقت کے زور پر لڑنے آئے تھے۔ اس لئے نقصان اٹھا کر لوٹے مسلمان خدا اور رسول کا نام بلند کرنے کے لئے لڑنے نکلے تھے۔ اس لئے کامیاب ہوئے۔ حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھی آج کی کامیابی پر بہت خوش تھے۔ مگر رومیوں کی حالت بہت خراب تھی۔

دردان رومی سپہ سالار آج کے نقصان پر بہت غمگین تھا۔ اور دوستوں سے مشورہ کر رہا تھا۔ کہ کسی طرح مسلمانوں سے لڑے بغیر نجات حاصل کرے۔ ایک دوست نے مشورہ دیا۔ کہ خالدؓ کو دھوکہ سے بلایا جائے۔ اور خواہش ظاہر کی۔ کہ وہ صلح کی گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ گفتگو کے لئے ایک ایسی جگہ انتخاب کی جائے جو دونو فوجوں سے مساوی دور ہو۔ لیکن ہم کچھ سپاہیوں کو کسی مناسب جگہ پر چھپا دیں۔ اور خالدؓ کو تنہا پا کر قتل کر دیں۔

رومی سپہ سالار کو یہ تجویز بہت پسند آئی۔ اور اُس نے داؤد نامی ایک زبان آور اور عربی النسل نوجوان کو بلا کر خالدؓ کے پاس بھیجا۔ دروان نے داؤد کو غلطی سے اپنا راز بھی بتا دیا اور تاکید کی کہ جیسے بھی ہو۔ خالدؓ کو یہاں آنے پر رضامند کرے۔

واقعی کہتے ہیں کہ داؤد تھا تو عیسائی۔ مگر راست باز نوجوان تھا۔ اور خالدؓ جیسے با عظمت انسان کو دھوکہ سے گرفتار کرانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے تمام قصہ حضرت خالدؓ سے عرض کر دیا۔ اور حضرت خالدؓ نے ملاقات منظور کر لی۔

حضرت خالدؓ کی گرفتاری کی سازش

دروان کو اس منظوری کی اطلاع ہوئی۔ تو وہ بہت خوش ہوا۔ اور ساری رات حضرت خالدؓ کی گرفتاری اور انہیں قتل کرنے کے منصوبے باندھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ خالدؓ آئنگے ان سے خندہ پیشانی سے ملو نگا۔ مصافحہ کرو نگا۔ اور باتوں میں لگا کر سیتہ میں خنجر گھونپ دو نگا۔ انہی خیالات میں صبح ہوئی دروان بہترین اور بیش قیمت لباس پہن کر جائے موعود کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف خالدؓ نے سازش سے باخبر ہوتے ہی حضرت نزارؓ بن الانور کو حکم دیا۔ کہ وہ دس جانبازوں کے ساتھ اس خفیہ

جگہ پر پہنچ جائیں۔ جہان وردان کے سپاہی چھپے تھے۔ (داؤد نے حضرت خالدؓ کو اس جگہ کی طرف اشارہ کر دیا تھا)۔

ضرار بن الازور دس جانبازوں کے ساتھ نہایت احتیاط سے رستہ چلنے والوں کی نظروں سے چھپتے چھپاتے اس مقام پر پہنچ گئے۔ اور دغاباز رومیوں کو قتل کر کے خود ان کے کپڑے پہن کر وہیں چھپ رہے۔

حضرت خالدؓ یہ انتظام کرنے کے بعد وردان سے ملنے گئے وردان بڑی خندہ پیشانی سے ملا۔ اور کافی دیر تک صلح صفائی کی باتیں کرنے کے بعد کمر میں چھپے ہوئے خنجر سے حضرت خالدؓ پر حملہ کر دیا۔ حضرتؓ نے وار خالی دیا۔ اور اُسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اور سینہ پر چڑھ بیٹھے۔ وردان نے مصیبت میں پڑنے ہی دوستوں کو پکارا۔ اور حضرت ضرارؓ رومیوں کے لباس میں تیزی سے اس پکار کے جواب میں بڑھے۔ اور وردان جیسے دغاباز کا سر کاٹ کر نیزہ پر اٹھایا۔

حضرت خالدؓ ضرارؓ کو ساتھ لے کر میدان کارزار کی طرف بڑھے۔ مسلمانوں کو لڑائی کا اشارہ کیا۔ اور منادی کرا دی کہ وردان مارا گیا۔ ضرار بن الازور نے اس اعلان کے ہوتے ہی وردان کا سر رومی فوج میں پھینک دیا۔ رومی فوج اس غلط فہمی میں تھی کہ حضرت خالدؓ مارے گئے ہونگے اور وردان انہیں خوشخبری سناتے

آئیگا۔ لیکن خالدؓ کی جگہ اپنے سپہ سالار کامرکٹا دیکھ کر ان کے حواس
اُڑ گئے۔ دل لرزنے لگے۔ قدم ڈمک گئے۔ اور صفیں بگڑ گئیں۔
واقعی نے اس جنگ کے مقتولین کفار کی تعداد پچاس ہزار بتائی
ہے۔ اور بلاذری نے جند مسلمان مقتولین کے نام لکھنے پر اکتفا
کی ہے۔

اس فتح کے اثرات

بلاذریؒ کا بیان ہے۔ کہ اجتادین کی فتح کے بعد ہر قل شہنشاہ
روم کا دل ٹوٹ گیا۔ اور وہ حمص سے جہاں وہ پھیرا ہوا تھا۔ بھاگ
نکلا۔

حضرت خالدؓ کی اس فتح سے جو سیاسی اثرات مرتب ہوئے۔
وہ یہ تھے۔ کہ رومیوں کے دلوں سے بادشاہ کا احترام جاتا رہا۔
وہ بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے لڑا کرتے تھے۔ اب
بادشاہ کے فرار نے ان کے دل میں اس کے متعلق سوءِ ظن پیدا
کر دیا۔

روم کی بہترین فوج اور وردان حبیب مشہور سپہ سالار میدان
جنگ میں کام آیا۔ مسلمانوں کو بے شمار مال غنیمت ملا۔ مسلمانوں
کی مالی حالت بہت بہتر ہو گئی۔ اور ان کے آگے بڑھنے کے لئے بہت
سی سہولتیں پیدا ہو گئیں۔

اجتادین کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ نے دربار خلافت میں نامہ

فتح لکھا۔ اور خمس کا مال بھی بھیجا۔ اور خود فوج کو ساتھ لے کر دمشق کے محاصرہ کے لئے دمشق پہنچ گئے۔

دمشق کا محاصرہ

دمشق کا شمار اس زمانہ کے بڑے اور آباد ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ یہ اس وقت ایک قسم کی سب سے بڑی تجارتی سیاحتی اور اقتصادی منڈی تھی۔ اس واسطے ضروری تھا۔ کہ اس شہر کو بھی فتح کر لیا جائے۔ مگر سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی۔ کہ دمشق والے شہر سے باہر نکل کر لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ اور مسلمانوں کے پاس ایسے اسلحہ جنگ نہ تھے۔ کہ وہ دمشق جیسے مشہور شہر کو آسانی سے فتح کر لیتے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت خالدؓ نے اپنی امداد کے لئے عمرو بن العاصؓ شرجیل بن حسنہ اور حضرت ابو عبیدہؓ کو بھی بلا لیا۔ اور یہ سب مل کر دمشق کے محاصرہ کے لئے بڑھے۔

حضرت خالدؓ نے بہت وسیع پیمانے پر محاصرہ کے انتظام کئے۔ تاکہ کسی رستے سے بھی محصورین کو کسی قسم کی امداد نہ مل سکے۔ چونکہ شہر کے متعدد دروازے تھے۔ اس لئے حضرت خالدؓ نے باب ثوما پر حضرت عمرو بن العاصؓ کو اور ان کے ساتھیوں کو بھیجا۔ الفرائس پر حضرت شرجیل بن حسنہ کو مقرر کیا۔ اور الجابیہ پر حضرت ابو عبیدہؓ کو اتارا۔ خود مشرقی دروازے پر رے کے۔ اور حضرت صراہ بن الازور

کو دو ہزار جاں بازوں کے ساتھ محافظہ دستہ کی خدمات سپرد کریں اور انہیں ہدایت فرمادی کہ ایک تو ضرورت کے وقت سب کی امداد کریں۔ اور دوسرے کسی مشتبہ شخص کو شہر میں داخل نہ ہونے دیں۔ مورخین کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ حضرت خالدؓ کا یہ محاصرہ ترقی یافتہ دور سے پہلے کے محاصروں میں سے بہترین محاصرہ شمار کیا جاتا ہے۔

دمشق جیسے مضبوط اور مستحکم شہر کا محاصرہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ محصورین کی تعداد محاصرہ کرنے والوں سے کسی گنا زیادہ تھی۔ اور پھر محصورین کے پاس کئی سال تک کی ضروریات کی چیزیں بکثرت موجود تھیں۔ لیکن حضرت خالدؓ نے محاصرہ میں اس شدت سے کام لیا۔ کہ محصورین بہت جلد عاجز آ گئے۔ اور اگر ہر بیس اور تو ما ان کی راہ میں حائل نہ ہوتے۔ تو شہر وائے کبھی کے ہتھیار ڈال دیتے۔ اور شکست اٹھاتے۔ ہر بیس اور تو ما شام کے دو مشہور اور زبردست سپہ سالار تھے۔ یہ دونو سپہ سالار بادشاہ اور پبلک دونو میں ہر دل عزیز تھے۔ اس لئے انہیں دمشق کی حفاظت کے لئے بھیجا گیا۔ یہ دونو محصورین کو نہ صرف اگساتے رہے۔ بلکہ رات کی تاریکی میں سب اسلامی فوج پر شب خون مارتے رہے۔ لیکن ہر بار ناکامی اور نامرادی سے دوچار ہوئے۔

محاصرہ نے بہت طول پکڑا۔ اور سرولیم میور کے قول کے

مطابق تو یہ محاصرہ کئی مہینے تک رہا۔ مگر بلاذری۔ واقعی اور طبری نے جو انداز بیان اختیار کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ محاصرہ کی مدت کچھ غیر معمولی طور پر زیادہ نہیں تھی۔ بہر حال اس طوالت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی۔ کہ محصورین بادشاہ کی امدادی فوج کے متوقع تھے۔ اور ہر بس اور تو ما انہیں اس قسم کی خبریں دیتے رہتے تھے۔ کہ بہت جلد بادشاہی فوج ان کی امداد کو بڑھنے والی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ ہر ماں نور تو ما کا بیان صداقت سے خالی نہ تھا۔ بادشاہ کی طرف سے محصورین کی امداد کو فوجیں بھیجی گئیں مگر خالدؓ جیسے ہنرمند اور صاحب تدبیر سپہ سالار نے انہیں دمشق سے بہت کافی فاصلہ پر روکنے کا نید و سبت کر رکھا تھا۔

جب دمشق والوں کی امیدیں منقطع ہوتی جا رہی تھیں ہمتیں ٹوٹ چکی تھیں۔ کہ ایک رات بطریق دمشق کے ماں لڑکا پیدا ہوا اور اس پیداگش کی خوشی میں دمشقوں نے خوب جشن منایا جشن کی دعوتیں منعقد کیں۔ رنگ برنگ کی محفلیں گرم تھیں کہ خالدؓ جانباز کو بھی اس کیفیت کی اطلاع ہوئی۔ اور وہ ضرار بن الازور اور اسی قسم کے دوسرے جانباز ساتھیوں کو ساتھ لے کر شہر تیار کیا۔ کے قریب آئے۔ خندق پار کی اور کمندیں لگا کر شہرِ نہاہ پر چڑھ گئے سب سے پہلے حضرت خالدؓ خود تفصیل پر چڑھے۔ سیڑھیاں نیچے لٹکا دیں اور دوسرے ساتھیوں کو بھی اوپر چڑھا لیا۔ اور آہستہ آہستہ

چھپتے چھپاتے دروازہ کی طرف بڑھے۔ دربانوں نے مقابلہ کیا۔ چونکہ بطریق دمشق کے صاحبزادے کی پیدائش کی خوشی میں انہیں بھی شرکت کا موقع ملا تھا۔ اور شراب کے چند گھونٹ اُن کے حلق کے نیچے بھی اتر چکے تھے۔ اس لئے بدو عربوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور بہت جلد مغلوب ہو گئے۔ دربانوں کو قتل کرنے کے بعد دروازہ کھول دیا۔ تکبیر کی آواز بلند ہوئی۔ اور مسلمان فوجی اپنے بہادر سپہ سالار کی آواز سن کر برق کی طرح شہر میں داخل ہو گئے شہریوں نے رنگ میں بھنگ دیکھ کر پہلے تو دوسرے دروازے سے بھی خود بخود کھول دئے۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ سے درخواست کی۔ کہ ہم تو نیاز مند ہیں۔ ہم پر رحم فرمائیے۔ حضرت ابو عبیدہؓ الجابہ پر پڑے تھے۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا۔ کہ باب شرقی سے حضرت سپہ سالار زبردستی اندر پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے دشمن کو مصالحت پر آمادہ دیکھا۔ اور دروازے کھتے پائے۔ تو خوشی خوشی مصالحت کر لی اور اندر داخل ہو گئے۔

ادھر سے حضرت ابو عبیدہؓ بڑھ رہے تھے۔ تو دوسری طرف سے حضرت خالدؓ۔ یہ صلح کے ذریعہ سے اور دوسرے فتح کے ذریعہ سے۔ دونو بہادر۔ ایک نرم دل اور دوسرا جنگجو۔ جب وسط شہر میں ایک دوسرے سے ملے۔ تو دونو کو ایک دوسرے کے طریق کار پر تعجب ہوا۔ خالدؓ اور اُن کے ساتھی لڑتے آرہے تھے۔ اور حضرت

ابو عبیدہؓ سکون و اطمینان سے بڑھ رہے تھے۔ جب حضرت خالدؓ کو علم ہوا کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے مصالحت کر لی ہے۔ تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ لڑائی بند کر دیں۔

تجرب ہوتا ہے۔ کہ باوجودیکہ حضرت خالدؓ سپہ سالار تھے لیکن ابو عبیدہؓ کی صلح پر انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور فوت کے ذریعے حاصل کردہ علاقوں کو بھی صلح میں شامل کر لیا۔

(بلاذری نے ایک روایت یہ بھی لکھی ہے کہ حضرت خالدؓ صلح کے ذریعے اور حضرت ابو عبیدہؓ بزور شہر میں داخل ہوئے۔ بلاذری کے نزدیک یہ روایت زیادہ قابل قدر ہے۔ لیکن محمد بن عساکر کا بیان ہے کہ پہلی خبر زیادہ صحیح ہے۔ غالباً بلاذری کو کسی نے غلط روایت پہنچائی۔)

دمشق کی شرائط صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص جزیہ نہ دینا چاہے۔ اور شہر سے نکل جانا چاہے۔ دو تین دن تک مسلمانوں کی پناہ میں رہیگا۔ لیکن تین دن کے بعد مسلمانوں پر ان کی حفاظت کی ذمہ داری عائد نہ ہوگی۔

ہر بس اور تو ما جن کی وجہ سے اسلامی فوج کو بہت کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ دمشق سے بہت سے قیمتی جواہرات اور ساز و سامان ساتھ لے کر نکل گئے۔

حضرت خالدؓ دل سے چاہتے تھے کہ ان بدعاشوں کو اس

طرح بیچ کر نہ نکل جانے دیں۔ لیکن تین دن تک وہ ان کو کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ تین دن گزر جانے کے بعد حضرت خالدؓ حاضر ہوا۔ بنی النضر اور دوسرے جاہل زور کے ساتھ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھی برق رفتار گھوڑوں پر سوار ہوا۔ اس کے دو من پر اڑتے جا رہے تھے۔ کئی دن کے بعد انہوں نے تو ما اور ان کے ساتھیوں کو ایک پہاڑ کے دامن میں آرام کرتے پایا اور ان کی طرف بڑھے۔ ہر بیس اور تو ما کے ساتھ حضرت خالدؓ سے کئی گنا زیادہ فوج تھی۔ تو ما اور ہر بیس نے خالدؓ اور ان کے ساتھیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ تو خوش ہوئے کہ مسلمانوں سے انتقام لینگے۔ اُسے انتقام کا خیال اس لئے پیدا ہوا۔ کہ حضرت خالدؓ کے ساتھیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ لیکن انہوں نے حیرت انگیز جرأت و بہادری کا ثبوت دیا۔ اور وہ دماغ سے بھی بھاگ نکلے۔ اس فتح میں حضرت خالدؓ کو بہت زیادہ مال غنیمت ملا۔ ان کے مجاہدوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اس لئے ہر ایک کے حصہ میں بشارت دولت آئی۔ اور حضرت خالدؓ اس دولت سے لوے اسلامی کشمیر کی طرف لوٹے۔

حضرت خالدؓ کی معزولی

وایسی پر حضرت خالدؓ نے اپنے دوست سیدنا صدیق اکبر اور خلیفۃ المسلیمین کو نامہ فتح لکھا۔ اور خمس کا مال بھیجا۔ لیکن خالدؓ نہیں جانتے تھے۔ کہ اُن کے دوست قدردان اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اور ان کی جگہ حضرت عمرؓ بن خطاب خلیفہ منتخب کئے گئے ہیں۔ حضرت خالدؓ کو یہ بھی معلوم نہ تھا۔ کہ حضرت عمرؓ نے انہیں معزول کر دیا ہے حضرت خالدؓ کا یہ نامہ فتح سیدنا فاروقؓ کو ملا۔ تو انہوں نے ابو عبیدہؓ کو اس کا جواب دیا۔ اور لکھا۔ کہ ہم تو خالدؓ کو معزول کر چکے ہیں۔ کیا اُن کو اطلاع نہیں ہوئی۔

حضرت خالدؓ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو انہیں افسوس ہوا۔ کہ ابو عبیدہؓ نے انہیں کیوں نہ اطلاع دی۔ حضرت ابو عبیدہؓ سے پوچھا۔ تو انہوں نے معذرت چاہی کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہاری دل شکنی ہو۔ خالدؓ نے جواب دیا کہ دل شکنی کی کیا بات ہے۔ خلیفہ وقت مجھے ایک منصب سے علیحدہ کرتے ہیں۔ تو میرا فرض ہے۔ کہ میں ان کی اطاعت کروں۔

معزولی کے اسباب اور چند غلط فہمیوں کا ازالہ

حضرت خالدؓ کی معزولی کے اسباب پر بہت سی بحث کی گنجائش ہے۔ لیکن ہم مختصر طور پر چند ضروری باتیں عرض کریں گے۔

حضرت عمرؓ خالدؓ سے ناخوش تھے۔ حضرت صدیقؓ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت خالدؓ فتنہ ارتداد کو دبانے کے لئے عرب کی ہم پر تھے۔ اور جب آپؐ نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا تو مالک بن نویرہ کے بھائی حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ ان سے اپنے بھائی کی مظلومی کا قصہ کہا۔ انہوں نے یہ قصہ کچھ اس صفائی اور دل نشین انداز میں کہا۔ کہ حضرت عمرؓ روتے لگے۔ ان پر بے حد اثر ہوا۔ اور حضرت صدیقؓ سے شکایت کی۔ کہ تم نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کو حاکم کیا ہے۔ کہ جو خون بہانے سے دریغ نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ کو یہ غلط فہمی تھی کہ مالک بن نویرہ مسلمان تھا۔ اس لئے خالدؓ نے اُسے قتل کر کے گناہ کیا۔

حضرت فاروقؓ کو خالدؓ سے زیادہ حسن ظن نہ تھا۔ اور غالباً یہی وجہ تھی۔ کہ اس غلط فہمی نے ان کے دماغ میں جگہ پائی۔ گو حضرت صدیقؓ نے حضرت خالدؓ کے حق میں فیصلہ دیا۔ اور ان کو نہ صرف بری کر دیا۔ بلکہ فرمایا۔ خالدؓ اللہ کی تلوار ہے۔

اور عمر بھر میں اُسے پیام میں نہیں کر سکتا۔
 اور یہ حقیقت ہے۔ کہ اگر یہ تلوار پیام میں کر دی جاتی۔
 تو مسلمانوں کو بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ لیکن عمر دشواریوں
 کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔ وہ زیادہ حسن ظن کے
 قائل نہ تھے۔ خالد بن ولید کے دوست تھے۔ لیکن وہ سوچتے تھے
 کہ اگر مالک بن نویرہ مسلمان تھا۔ اور خالد بن ولید نے اُسے قتل کر دیا۔ تو
 یہ جرم ناقابل معافی ہے۔

خالد بن ولید کی طرف سے حضرت عمرؓ کے دل میں یہ گرہ بیٹھ گئی
 تھی۔ پھر خالد جب عراق و شام کی مہموں پر روانہ کئے گئے۔ تو
 انہوں نے گو خمس کا مال تو باقاعدہ خلیفہ کی خدمت میں ارسال
 کر دیا۔ لیکن تمام مال غنیمت کا حساب باقاعدہ نہ بھیجتے۔ حضرت
 فاروقؓ نے حضرت صدیقؓ سے یہ بھی شکایت کی۔ کہ خالدؓ ایسا
 کیوں نہیں کرتے۔ لیکن صدیقؓ نے خالدؓ کو جس آنکھ سے
 دیکھتے تھے۔ وہ خالدؓ کی کوتاہیوں کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ انہوں
 نے کہا۔ عمرؓ۔ کیا ہے۔ خالدؓ پر یہ پابندی عاید نہیں کی
 جاسکتی۔

یہ دوسرا واقعہ بھی حضرت فاروقؓ کی منشا کے خلاف طے
 ہوا۔ اس لئے ایک گرہ اور بیٹھ گئی۔

پھر دوسرے ہفتے فتوحات کی خبریں سن کر حضرت فاروقؓ

بہت گھبرائے۔ وہ اس تیزی سے بڑھنے کے مخالف تھے۔ اور ساتھ ہی جب انہوں نے خالدؓ کی غیر معمولی جرأت اور ان کے ساتھیوں کی مشقتوں کا حال سنا۔ تو انہیں افسوس ہوا۔ کہ خالدؓ مسلمانوں اور خود سے اپنی طاقت سے زیادہ کام لے رہے ہیں۔ یہاں تک تو خیر تھی۔ جب وہ خود خلیفہ منتخب ہوئے۔ تو بعض پرچہ نویسوں نے نادانستہ اور بعض نے دانستہ جو حضرت خالدؓ اور اسلام سے کچھ زیادہ عقیدت نہیں رکھتے تھے۔ حضرت خلیفہؓ کو اطلاع دی۔ کہ خالدؓ نعوذ باللہ مال غنیمت میں خیانت کرتے ہیں۔ اور دو ایک واقعے ایسے ہوئے بھی۔ کہ انہیں اس غلط فہمی کو پھیلانے کا موقع مل گیا۔ مثلاً حضرت خالدؓ نے ایک موقع پر ایک شاعر کو چالیس یا پچاس ہزار درہم انعام میں دئے۔ پرچہ نویسوں نے یہ واقعہ حضرت عمرؓ سے کہا۔ اور ساتھ ہی یہ حاشیہ بھی چڑھایا۔ کہ خیال ہے۔ کہ حضرت خالدؓ نے یہ مال مسلمانوں کے مال سے دیا ہے۔

مسلمانوں کے مال میں غبن ہو اور فاروق اعظم جیسا سخت گیر خلیفہ اُسے برداشت کرے۔ کہیں ایسا ہو سکتا تھا۔ ایک اور چیز جسے خود حضرت فاروقؓ نے معزولی کا باعث قرار دیا ہے۔ وہ یہ تھی۔ کہ حضرت خالدؓ جہاں کہیں بھی گئے۔ انہیں شکست نہ ہوئی۔ اور کیا مسلمان اور کیا کافر سب کے دل میں یہ

خیال ہو گیا تھا۔ کہ اسلامی فتوحات کا باعث صرف خالدؓ ہی ہیں۔
 گر واقعات اس چیز کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ خالدؓ کے باعث
 ہر جگہ فتح ہوئی۔ لیکن عوام کے دلوں میں اس خیال کا اعتقاد کی
 صورت میں جاگزیں ہو جانا مسلمانوں اور اسلام کے حق میں بہت
 مضر تھا۔ مسلمانوں میں خود اعتمادی کا جذبہ کم ہو جاتا۔ اور وہ شاید
 خالدؓ کی غیر موجودگی میں حوصلہ ہار دیتے۔ حضرت فاروقؓ اس
 قسم کے خیال کو بھی شرک سمجھتے تھے۔ اور ہمارے خیال میں
 سیف اللہ حضرت خالدؓ کی معزولی کی سب سے بڑی اور اہم
 وجہ یہ تھی۔ اور اگر سچ پوچھو۔ تو یہ سب باتیں مل کر اگر رالی کے
 برابر تھیں۔ تو اب پہاڑ بن گئیں۔ اور ابو عبیدہؓ کے غام خالدؓ کی
 معزولی کا حکم پہنچ گیا۔

سیدنا فاروقؓ کے اس فعل پر زبان کھونے کی جرأت
 ایمان کا خطرہ ہے۔ اور شاید کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یہی باتیں
 اگر قابل اعتراض تھیں۔ تو پھر صدیقؓ نے ان باتوں پر کمیوں
 مواخذہ نہیں فرمایا۔ صدیقؓ اور فاروقؓ دو تو اسلام اور
 مسلمانوں کے برابر ہی خواہ کھتے۔

مورخین سے ہٹ کر ہمارا ذاتی خیال یہ ہے۔ کہ حضرت
 فاروقؓ مدینہ میں تھے۔ انہیں معلوم نہ تھا۔ کہ میدان جنگ میں
 کیا واقعات پیش آئے ہیں۔ پرچہ نویسوں نے جو انہیں کہا۔ اس

پر انہوں نے اعتماد کیا۔ اور حضرت خالدؓ کو سپہ سالار می عام کی خدمت سے ہٹا کر ابو عبیدہؓ کو جو بہت زیادہ حفاظ اور نرم طبیعت تھے۔ سپہ سالار مقرر کر دیا۔ لیکن اس عزل سے مراد یہ نہیں تھی۔ کہ فوج میں حضرت خالدؓ کی کوئی حیثیت ہی نہ رہنے دی گئی ہو۔ خالدؓ انتظامی امور میں ابو عبیدہؓ کے ماتحت تھے۔ اور وہ بھی برائے نام۔ ورنہ حضرت ابو عبیدہؓ کوئی کام ان سے مشورہ لئے بغیر نہ کرتے۔

حصن ابی القدس پر حملہ

یہ نہ سمجھئے۔ کہ سپہ سالار اعظم کے منصب سے معزولی کے بعد سیدنا خالدؓ کا جوش جہاد ختم ہو گیا۔ ان سے اس قسم کی توقع نہ تھی۔ وہ سپہ سالار ہونے اور نہ ہونے کو برابر سمجھتے تھے۔ ان کے سامنے صرف اسلام کی خدمت تھی۔ اور خدمت کرنے کے لئے سپہ سالار ہونے کی شرط نہیں تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت خالدؓ معزولی کے بعد بھی پہلے کی طرح بہادری سے جنگ کرتے رہے۔

مثال کے طور پر فتح دمشق کے بعد سب سے پہلا معرکہ جو پیش آیا۔ وہ حصن ابی القدس کا معرکہ تھا۔
ہوا یہ۔ کہ حضرت ابو عبیدہؓ کو اطلاع ملی۔ کہ طرابلس سے

قریب ایک مقام حصن ابی القدس پر رومیوں کا بہت بڑا میلہ لگا ہے۔ یہ مشہور زیارت گاہ تھی۔ اور وہاں دور دور کے زائرین کا اجتماع ہوتا تھا۔

اس میلے کے انعقاد کی اطلاع پاتے ہی حضرت ابو عبیدہؓ نے مسلمانوں کو خطبہ کے ذریعے اس سے خبردار کیا۔ حضرت خالدؓ بھی اس اجتماع میں موجود تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ کا ارادہ تھا کہ حضرت خالدؓ اس ہم پر روانہ ہوں۔ لیکن وہ عزل کے فوراً بعد ہی حضرت خالدؓ سے اس قسم کی فرمائش کرنے سے شرماتے تھے۔ حالانکہ حضرت خالدؓ کو اس عزل کا کچھ افسوس نہ تھا۔ البتہ وہ حضرت ابو عبیدہؓ کے خطبہ کے بعد کچھ نہ بولے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس ہم پر روانگی کے لئے چوتھ سب کو مخاطب کیا تھا۔ اس لئے خالدؓ کو خاموش دیکھ کر حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اٹھے۔ اور اپنی خدمات پیش کیں۔ ان کی خدمات کو قبول کر لیا گیا۔ اور پانچ سو جوان مردوں کو ان کے ساتھ کر کے اس ہم پر روانہ کر دیا گیا۔

ابو عبیدہؓ کی پریشانی | حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو روانہ تو کر دیا اور خالدؓ سے طلب امداد | گیا۔ لیکن بعد کی اطلاعات سے معلوم ہوا۔ کہ وہاں کا اجتماع بہت زیارہ ہے۔ اور پانچ سو مسلمان مجاہدین کے لئے نا کافی ہیں۔

اس قسم کی اطلاعات سے حضرت ابو عبیدہؓ بہت پریشان ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ہونے کے علاوہ تمام مسلمانوں میں انتہائی ہر دل عزیز تھے۔ اور ان کو اتنے بڑے اجتماع میں بہت تھوڑی جمعیت کے ساتھ مصروف جنگ رکھنا انہیں موت کے منہ میں دینا تھا۔

یہی سوچ کر ابو عبیدہؓ حضرت خالدؓ کے پاس آئے۔ اور ان سے ساری کیفیت بیان کی۔ اور خواہش ظاہر کی کہ چونکہ تمہارے سوا عبداللہؓ اور ان کے ساتھیوں کو کوئی اور اس مصیبت سے نہیں بچا سکتا۔ اس لئے تم تکلیف کرو۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کے پیچھے کارناموں کی تعریف بھی کی۔

حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ میرے محترم دوست۔ آپ سب سالار ہیں۔ مجھے جو حکم دیجئے۔ اس کی تعمیل کروں گا۔ آپ تو برگزیدہ صحابی ہیں۔ امین الامۃ ہیں۔ اگر کوئی جستی بھی مجھ پر حاکم بنا دیا جاتا۔ تو اس کی اطاعت کرتا۔ اور پھر عبداللہؓ اور ان کے ساتھی تو میرے بھائی ہیں۔ ان کی امداد تو میرا ایمان ہے۔ میں عزت و جاہ کے لئے میدان جنگ میں نہیں نکلا۔ میں تو خدا کی راہ میں شہادت پانے کے لئے آیا ہوں۔ میں تو مسلمانوں کا خادم ہوں۔

حصن ابی القدس کا معرکہ اور فتح

یہ کہتے ہی حضرت خالدؓ فوراً خیمہ میں آئے۔ لباس جنگ زیب

بدن فرمایا۔ اور اپنے مخصوص دستہ کو تیاری کا حکم دیا۔ اور چند ساعت کے بعد دیکھنے والوں نے دیکھا۔ کہ حضورؐ کا سیاہ علم فضا میں دائرے بناتا اڑ رہا تھا۔ اور خالدؓ اور ان کے ساتھی جاں باز ہو اسے پانتی کرتے منزل مقصود کی طرف رواں تھے۔

شام کا سماں تھا۔ شاہِ نثار غروب ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ نوجوان عبداللہؓ اور ان کے ساتھی دشمن کے جھرمٹ میں داد شجاعت دے رہے تھے۔ کہ میدانِ جنگ سے کھوڑی دور کے فاصلے سے خالدؓ کا سیاہ علم ہوا میں لہراتا نظر آیا۔ اور خالدؓ اور ان کے ساتھی شہبازوں کی طرح اڑتے میدانِ جنگ میں پہنچ گئے۔

حضرت خالدؓ نے آتے ہی دشمن کی ایک صف پر اس تیزی سے حملہ کیا۔ کہ وہ درہم برہم ہو گئی۔ وہ دوسری صف کی طرف بڑھے۔ اور اسے بھی الٹ دیا۔ پھر تیسری اور چوتھی۔ اسی طرح دشمن کی تمام صفیں الٹ دیں۔ بے شمار رومی کام آئے۔ اور جو بچے۔ کھاگ نکلے۔ خالدؓ نے فتح کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور نوجوان عبداللہؓ کو گلے سے لگا لیا۔ پیار کیا۔ اور مالِ غنیمت سمیٹ کر کمپ کی طرف لوٹ گئے۔

ابو عبیدہؓ نے خالدؓ کی کامیاب واپسی پر بڑا شاندار مظاہرہ کیا۔ ان کی پیشوائی کو بڑھے اللہ اکبر کے نعروں سے فضا گونج اٹھی

اور ہر طرف سے مبارک سلامت کی آوازیں آنے لگیں۔ اور سب مل کر اللہ کی عظمت بیان کرتے جیموں میں اترے۔

خالدؓ کی عظمت کی ایک داستان

جبلہ بن ابیہم کو شکستِ افتح کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ حلبہ یا انطاکیہ کے ارادے سے آگے بڑھ رہے تھے۔ کہ جبلہ بن ابیہم عسائی فوج کے ساتھ ان کا رستہ روکنے کے لئے چلا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ خبر سنی۔ اور خالدؓ کے پاس آئے۔ اور کہا۔ جبلہ مقابلہ کو آ رہا ہے۔ اُسے شکست دینے کی کوئی تدبیر بتاؤ۔ حضرت خالدؓ بولے دستِ کوئی فکر نہ کیجئے۔ میں اس کا ابھی انتظام کئے دیتا ہوں۔ یہ فرمایا۔ اور اپنے مخصوص ساتھیوں میں دس کو تیاری کا حکم دیا۔ اور انہیں ساتھ لے کر جبلہ بن ابیہم کی زبردست فوج سے لڑنے نکلے۔

حضرت خالدؓ کا ایک آپ کہہ سکتے ہیں کہ واقعہ نویسوں نے اس حیرت انگیز واقعہ میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔ لیکن اگر حضرت خالدؓ کی سیرت کو اپنے سامنے رکھیں۔ تو آپ کو معلوم ہو گا کہ خالدؓ سے یہ چیز بعید نہیں ہے۔ وہ اس سے پہلے بھی کئی معرکے سر کر چکے تھے۔ ہمارے خیال میں اس بیان میں ذرا بھر بھی جھوٹ نہیں خالدؓ دس بہادروں کے ساتھ ہی روانہ ہوئے تھے۔ اور اس کی

وجہ آگے کی تفصیل سے سمجھ آ جائیگی۔

حضرت خالدؓ کو رستہ میں اطلاع ملی کہ حاکم قنسرین جبلہ بن ابیہم کے استقبال کو آ رہا ہے۔ اور اسی رستہ سے گزرنے والا ہے اس اطلاع کے ملتے ہی خالدؓ نے خود اور ساتھیوں کو ایک پوشیدہ مقام میں چھپا دیا۔ اور رات وہیں بسر کی۔ صبح کو جبلہ بن ابیہم ایک طرف سے اور دوسری طرف سے حاکم قنسرین ایک دوسرے ملتے کے لئے آگے بڑھے۔ خالدؓ اپنے ساتھیوں سمیت جبلہ کے لشکر میں مل گئے۔ اور آگے بڑھے۔ تھوڑی دور چل کر لشکر رک گیا۔ دوسری طرف کی فوج پیچھے ہی رکی کھڑی تھی۔ حاکم قنسرین جو پہلی جبلہ کے استقبال کو فوج سے چند قدم آگے بڑھا۔ تو خالدؓ اور ان کے ساتھی دفعتاً راہ میں حائل ہو گئے۔ حاکم قنسرین سمجھا کہ جبلہ کے ماتحت سوار اس کی پیشوائی کو بڑھے ہیں۔ لیکن دوسری ساعت جب خالدؓ نے اس پر کمند پھینک کر اُسے اپنی سواری کی طرف گھسیٹ لیا۔ تو اس کی غلط فہمی دور ہوئی۔

دونوں طرف کی فوجیں اس حادثہ پر حیران رہ گئیں جبلہ بن ابیہم غصہ سے چلایا۔ بزدلو۔ کیا دیکھتے ہو۔ ان چند عربوں کو اس گستاخی کی سزا کیوں نہیں دیتے۔ جبلہ بن ابیہم کی آواز سننے ہی رومی اور عسائی دونوں طرف سے خالدؓ اور ان کے ساتھیوں پر چھپے۔ لیکن ان گیارہ جوانمرد اور بہادر مسلمانوں نے حیرت انگیز طریق پر

اُن کا مقابلہ کیا۔ اور نہ صرف حاکم قسریں کا سر قلم کیا۔ بلکہ جیلہ بن ابیم کو بھی بڑی طرح زخمی کر دیا۔

غروب آفتاب تک حضرت خالدؓ اور اُن کے دس جانہاز ساکنی بڑی بہادری سے دشمنوں سے لڑتے رہے۔ اب رات ہو گئی اور سیاہی کی دیوی کائنات سہتی پر چھا گئی۔ نورومی اور غسانی فوجیں نامرادی اور ناکامی میں پیچ و تاب کھاتی اپنی اپنی قیام گاہوں کو لوٹیں۔ اور حضرت خالدؓ اور اُن کے ساکنی بھی اپنے ٹھکانے کی طرف بڑھے۔

واقعی کتنے ہیں۔ اور عقیدت کی زبان سے کہنے میں کہ دور اسلامی کیمپ میں ابو عبیدہ آرام فرما رہے تھے۔ کہ انہوں نے حضورؐ سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اُٹھو۔ اور خالدؓ کی مدد کو پہنچو۔ حضرت ابو عبیدہؓ کی آنکھ کھل گئی۔ اور حضورؐ کے حکم کی تعمیل میں اسی لمحہ سترے اُٹھے یقیب نے فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ اور چند ساعتوں کے اندر تاریکی میں اسلامی فوج آگے کی طرف بڑھتی دکھائی دی۔

دوسرے دن طلوع آفتاب کے بعد سے پھر لڑائی ہو رہی تھی۔ غسانی اور رومی مل کر گیارہ جان باز مسلمانوں کو شکست دینے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں ابو عبیدہؓ مسلمانوں کو ساتھ لئے میدان جنگ میں آ موجود ہوئے۔ جہاں گیارہ مجاہدوں

کی موجودگی ہی نے رومیوں اور غسانیوں کا دم ناک میں کر رکھا تھا
وہاں اسلامی فوج سے مقابلہ کرنے کی کس کافر میں ہمت تھی۔
اور دیکھتے ہی دیکھتے بزدل سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ اُٹھے خالد
کافی دوزنک اُن کے تعائب میں گئے۔ اور بے شمار غسانیوں اور
رومیوں کو تہ تیغ کیا۔ تعائب کے بعد حضرت خالدؓ کیپ میں پس
لوٹے۔ تو اُن کی صورت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔
تلوار سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اس کی رنگت
بالکل سُرخ پڑ چکی تھی۔ تمام کپڑے خون میں مشرب ہو گئے۔ حضرت
ابو عبیدہؓ لے خالدؓ جاں باز اور حیرت انگیز جرنیل کو آتے دیکھا۔
تو جلدی سے گھوڑے سے اترے۔ خالدؓ کا ماتھ چوما۔ انہیں گلے
سے اگایا اور فرمایا۔

”میرے عزیز دوست۔ تم تو دو لحاظ معلوم ہو رہے ہو۔
خالدؓ مسکرائے۔ اور ابو عبیدہؓ کے ہاتھ میں ہاتھ دیے۔ فوج
کے سامنے آئے۔ ہر طرف سے اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے گئے۔
اپنے محبوب سردار کی اس بہادری پر خوشی کا اظہار کیا گیا۔ شعراء
نے قصیدے پڑھے۔

یہ زمین پر مسلمانوں کی خوشی کا مظاہرہ تھا۔ اور بصیرت
کی آنکھیں رکھنے والے اسی قسم کا مظاہرہ کسی دوسرے عالم میں بھی
دیکھ رہے تھے۔ مگر مؤرخ کا یہ فرض نہیں۔ کہ تصور کی آپ بیتی

لکھے۔ وہ تو انہیں واقعات کو لکھ سکتا ہے۔ جنہیں اس کی آنکھیں دیکھ سکیں یا کان سُن سکیں۔

حضرت خالدؓ کی زندگی کا یہ ورق تاریخ اسلام میں موجود ہے۔ اور ہمیشہ موجود رہیگا۔ کیا دنیا کے کسی بڑے سے بڑے فاتح نے بھی اپنی زندگی میں ایسا کوئی کارنامہ انجام دیا؟ تاریخ عالم اس سوال کے جواب میں خاموش ہے۔

کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ واقفیت کی تصنیف ہے۔ لیکن واقفیت ہی اس روایت کا راوی نہیں۔ طبریؒ اور دوسرے مؤرخین بھی اس روایت کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور آگے چلے۔ اور اسی قسم کا ایک اور واقعہ پڑھئے۔

حمص پر چڑھائی اور | اسلامی فوج حمص کی طرف بڑھ رہی تھی۔
حضرت خالدؓ کی بہادری | حضرت خالدؓ مقدمۃ الجیش کی صورت
میں ایک ماتھے میں اسلامی علم اور دوسرے ماتھے میں گھوڑے کی باگ تھی۔ دوسری طرف سے حمص والے مقابلہ کے لئے آ رہے تھے۔
حضرت خالدؓ کے دونوں ہاتھوں کو رومی سردار نے مصروف پایا۔
تو جلد ہی سے اُن پر چھپٹا۔ خالدؓ نے علم اپنے ساتھ لے کر دیا۔ اور
رومی پر جوابی وار کیا۔ رومی خود اپنے تختا۔ تلوار اس سے ٹکڑا کر
ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ رومی دوبارہ خالدؓ پر چھپٹا۔ خالدؓ نے اس
کا وار خالی دیا۔ اور گھوڑے کو چکر دے کر اس پھرتی سے اس کے

قریب آئے۔ کہ اُس کو حملہ کرنے کی مہمت نہ مل سکی۔ اور انہوں
 نے اس کو سواری سے گھسیٹ لیا۔ اور بازوؤں میں اس زور
 سے پھینچا۔ کہ اس کی سرخ نکل گئی۔ اور اُسی کی تلوار کے کر
 رومی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ اور اس تیزی اور زور سے حملہ کیا
 کہ دشمنوں کی صفیں الٹ دیں۔ رومی حیران تھے۔ کہ خالد بن
 اتنے درجہ بہادر کیوں ہیں۔ ان کے بازوؤں میں یہ حیرت انگیز
 قوت کہاں سے آئی۔ بدبختوں کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ خالدؓ کے
 سینے میں نور ایمان تھا۔ وہ موت سے نہ ڈرتے تھے۔ البتہ موت
 اُن سے ڈرتی تھی۔ جوں جوں کر کے رومی فوج نے آج کا دن کاٹا۔
 اور سورج غروب ہوتے ہی جلدی جلدی قیام گاہ کو لوٹے۔
 رات جو اکثر سکون و اطمینان کا پیغام لے کر آتی تھی۔ دن
 بھر کے تھکے ماندے دن بھر کی محنت کے بعد اس کے سایہ میں
 آرام کرتے ہیں۔ رومیوں کے لئے آتی تو ضرور۔ مگر اطمینان و سکون
 دینے نہیں۔ بلکہ ڈرانے اور خوفناک خواب دکھانے۔
 یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے۔ کہ آج کی لڑائی نے رومی فوج
 کے حواس مختل کر دیئے۔ اور دوسرے دن اُسے مقابلہ میں نکلنے
 کی ہمت نہ ہوئی۔

دشمن کو پریشان کرنے کی	صبح ہوتے ہی جب رومی خاں مقابلہ کو
ایک دلچسپ کہانی	نہ نکلے۔ تو ابو عبیدہؓ خالدؓ کے پاس آئے۔

اور پوچھا۔ یہ رومی آج کیوں نہیں آئے۔ خالدؓ مسکرائے اور فرمایا۔
 کل کے زخم بھر جاتے تو آتے۔ البتہ اگر آپ کو انکا بہت انتظار
 ہے۔ تو ابھی بلائے لیتا ہوں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے پوچھا وہ کیسے
 خالدؓ بولے۔ اس طرح۔ کہ آپ اپنی فوج سے کہئے۔ کہ کیمپیوں کو
 اکھاڑے بغیر اس طرح پیچھے ہٹنا شروع کرے۔ کہ رومی سمجھیں
 کہ مسلمان بھاگ نکلے۔ رومی کو مقابلہ سے کتراتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں
 کو واپس ہونے دیکھ کر ان کی جھوٹی نیچی انہیں حملہ پر اکسائے گی
 پھر آپ ان سے سمجھ لیجئے گا۔

دور شہر کی تفصیل پر کھڑے جب بزدل رومیوں نے
 مسلمانوں کو خیمے کھڑے چھوڑ کر میدان جنگ سے جلدی سے
 پیچھے ہٹتے دیکھا۔ تو واقعتاً سمجھے۔ کہ مسلمان بھاگ نکلے۔ یہ کسی نے
 نہیں سوچا۔ کہ بغیر لڑے مسلمان بھاگ نہیں سکتے ہیں۔ یہ خبر عام ہوتے
 ہی رومی شہر کے دروازے کھول کر تیزی سے اسلامی کیمپ کی
 طرف جھپٹے۔ اور مال غنیمت لوٹنے لگے۔ یہ کسی کو یاد نہ رہا کہ مسلمان
 واپس بھی آسکتے ہیں۔ رومی مال لوٹنے میں محو تھے۔ کہ حضرت خالدؓ
 اور ان کی فوج اس تیزی سے واپس پھری جس تیزی سے آگے
 بڑھی تھی۔ اور رومیوں کو اس بُری طرح قتل کیا۔ کہ سو سے زیادہ
 سپاہی بچ نہ سکے۔

حصہ کی فتح | رومیوں کو ختم کرنے کے بعد حضرت خالدؓ شہر

کے قریب آئے۔ شہر میں عورتوں۔ بچوں۔ بوڑھوں کے سوا گو کوئی باقی نہ بچا تھا۔ پھر بھی جب شہر والوں نے صلح کی درخواست کی۔ تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے منظور کرا دیا۔ اور شہر والوں کو مکمل امان دے دی۔

رومیوں کا بے پناہ سیلاب | ان پے درپے فتوحات سے بادشاہ روم کا دل ٹوٹ گیا۔ اُسے اپنی قسمت بدلتی نظر آئی۔ اس پر رات دن کا آرام حرام ہو گیا۔ اور ہر وقت مغموم رہنے لگا۔ بادشاہ کی یہ حالت دیکھ کر وزرا اور عمائدین سلطنت نے ایک دربار منعقد کیا۔ اور دُور دُور کے رُؤسا اور جاگیرداران کو دعوتِ شرکت دی۔ اور بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ جس طرح بھی ہو سکے۔ ان سب لوگوں کی مدافعتِ وطن پر اُکسائے۔

واقعہ نویس کہتے ہیں کہ یہ دربار رومی تاریخ میں اپنی شان و شوکت کے اعتبار سے گویا پہلا تو نہیں۔ البتہ آخری دربار ضرور تھا۔ تمام رُؤسا اور عمائدین حسب مراتب سر جھکائے اپنی اپنی جگہوں پر ادب سے بیٹھے تھے۔ بادشاہ تقریر کے لئے اُٹھا ہر طرف خاموشی و سکوت طاری ہو گیا۔ سب کی نگاہیں بادشاہ کی طرف اُٹھ گئیں۔ بادشاہ نے تمام حاضرین کو متوجہ پا کر فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دئے۔ اور ایسی زوردار تقریر کی کہ سارا مجمع جوش میں بھر گیا۔ اور ہر ایک کے دل میں وطن کی حفاظت کی خاطر

کٹ مرنے کا احساس پوری طرح پیدا ہو گیا۔ واقعہ نویسوں کا بیان ہے کہ اس دربار کا نتیجہ یہ نکلا کہ چندوں کے اندر ایک بہت بڑی فوج جمع کی گئی۔ بلاخری نے اس فوج کی تعداد ایک لاکھ سے زائد لکھی ہے۔ ابن الاثیر نے دو لاکھ سے زائد کا اندازہ کیا ہے۔ لیکن حضرت واقدیؒ ان سب سے بڑھ گئے ہیں۔ ان کا اندازہ دس لاکھ کا ہے۔ ہر صورت یہ عظیم الشان فوج جمع ہوئی۔ بادشاہ نے خود اس کی ترتیب میں حصہ لیا۔ اور باہان ایک مشہور رومی سردار کو سپہ سالار مقرر کر کے تمام فوج کو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا۔

جیلہ بن ایہم ۶۰ یا ۹۰ ہزار عسائی عربوں کے ساتھ مقدمہ الجیش کے طور پر فوج سے آگے نکلا۔ یہ انسانی سیلاب مسافر اور بیوہ طرہ مسلمانوں کو سزا دینے کے لئے آہستہ آہستہ آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مخبروں نے یہ خبر حضرت ابو عبیدہؓ کو بھی دی۔ انہوں نے مجلس مشاورت طلب کی۔ اور سرداران فوج کو بتلایا کہ رومی کس شان و شوکت کے ساتھ انہیں کھیلنے کو بڑھے چلے آ رہے ہیں۔

حضرت خالدؓ | حضرت خالدؓ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ اور حضرت کی تدبیر | ابو عبیدہؓ کا منشا یہی تھا کہ خالدؓ ہی کوئی مشورہ پیش کریں۔ لیکن جب خالدؓ نے دوسرے سرداروں کو خاموش پایا تو وہ بھی خاموش ہو رہے۔ اور اس وقت تک نہ بولے جب تک

حضرت ابو عبیدہؓ نے نام لیکر انہیں نہ پکارا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا۔ خالدؓ۔ تم خاموش ہو۔ حالانکہ تمہارے سوا اس نئی آہن کو کوئی دوز نہیں کر سکتا۔ حضرت خالدؓ بولے۔ ابو عبیدہؓ تم فوج کے سردار ہو۔ تم ابن الامت ہو۔ تمہارے سامنے میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ اگر اصرار ہے۔ تو میرے خیال میں بہتر یہ ہے۔ کہ ہماری فوج یہاں سے ہٹ کر کسی ایسے میدان میں ڈیرے ڈالے۔ جہاں سے مدینہ اور ہم میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اگر خدا نخواستہ شکست بھی ہو۔ تو ہم مدینہ میں واپس لوٹ سکتے ہیں۔

دشمن کو مصروف رکھنے کے لئے ایک بہادر سردار کو تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ آگے کی طرف بڑھا دیجئے۔ اور باقی فوج کسی مناسب اور موزون مقام پر اترے۔

سب نے اس تجویز کو بہت پسند کیا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ دشمن سے لڑنے والی جماعت کا سردار کون ہے؟ ابو سفیانؓ کی تحریک سے حضرت خالدؓ کو یہ خدمت کرنی پڑی۔ اور وہ اپنی مخصوص سپاہ کے ساتھ دشمنوں کی طرف بڑھے۔

رومیوں سے | رومیوں نے تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ حضرت خالدؓ
ڈبھیر | کو آگے کی طرف بڑھنے دیکھا۔ تو وہ بھی فوج کے
ایک حصہ کے ساتھ انہیں روکنے کے لئے آگے بڑھے۔

دونوں فوجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ لیکن خالدؓ اور انکی فوج

آشام تلواروں نے رومیوں کے حوصلے پست کر دیے۔ بزدل خالدؓ کو سزا دینے آئے تھے۔ لیکن خود شکار ہو گئے۔ اور ہزاروں لاشیں میدان میں چھوڑ کر پیچھے کی طرف بھاگ نکلے۔ اور پھر آگے بڑھنے اور خالدؓ کا رستہ روکنے کی ہمت نہ کی۔

جنگ یرموک | اس مدت میں حضرت ابو عبیدہؓ دوسرے مسلمانوں کو ساتھ لئے مشہور میدان یرموک میں مناسب مقام پر ڈیرے ڈال چکے تھے۔ اور خالدؓ کی پیش قدمی کا مقصد یہی تھا۔ کہ اسلامی فوج کسی مناسب مقام پر بغیر لڑے بھڑے پہنچ جائے۔ یرموک بہت مناسب جگہ تھی۔ اس لئے اسلامی لشکر نے قسمت کے لئے اسے ہی منتخب کیا۔ خالدؓ بھی اطلاع پاتے ہی یرموک کی طرف بڑھے۔ پوری اسلامی فوج چند قدم تک پیشوائی کے لئے بڑھی۔ اور اس حیرت انگیز بہادر کو تکبیر کے نعروں میں قیام گاہ تک لائی اسلامی کیمپ سے ٹھوڑے فاصلے پر رومی فوج ڈیرے ڈال چکی تھی۔ سب سے آگے حید بن ایہم غسانی عربوں کے ساتھ مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے کھڑا تھا۔ اور پیچھے دوسری رومی فوج تھی۔

ایک حیرت | حضرت ابو عبیدہؓ نے حسب دستور جنگ کا نقشہ مرتب انگیز مقابلہ کرنے کے لئے سرداران فوج کی مجلس مشاورت منعقد کی۔ حضرت ابو عبیدہؓ کی ذاتی رائے تھی۔ کہ تمام فوج ایک ساتھ رومی فوج کا مقابلہ کرے۔ لیکن چونکہ تعداد بہت کم تھی۔ اس لئے

انہیں اپنی اس تجویز پر پورا بھروسہ نہ تھا۔ خالدؓ سے ملنے طلب کی گئی۔ تو انہوں نے پھر ایک حیرت انگیز تجویز کی۔ اور ابو عبیدہؓ سے ہنس کر کہنے لگے۔ یہ خدمت بھی میرے سپرد کر دو۔ ابو عبیدہؓ نے کہا۔ یہ تو منظور ہے۔ لیکن معلوم تو ہو۔ کرو گے کیا۔

حضرت خالدؓ بولے۔ کروں گا یہ۔ کہ تیس جانبازوں کی ایک جمعیت لے کر ۴۰ ہزار عیسائیوں کی مزاج پر سی کے لئے نکلوں گا اس سے دو فائدے ہونگے۔ اگر اللہ نے فتح دی۔ تو رومی فرج بنے انتہا مرعوب ہو جائیگی۔ اور اگر خدا نخواستہ شکست ہوئی۔ تو تم رومی فرج سے سمجھ لینا۔

ابو سفیانؓ اور اسی قماش کے دوسرے لوگوں نے اس حیرت انگیز تجویز کی مخالفت کی۔ لیکن حضرت خالدؓ پر اس مخالفت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ اپنی بات پر اڑے رہے۔ اس پر ابو سفیانؓ نے ایک اور تحریک پیش کی۔ کہ تیس کی بجائے ۴۰ مجاہد لے لیجئے۔ تو مجھے بھی کوئی اختلاف نہیں۔ ابو عبیدہؓ کو ان کی پہلی حیرت انگیز کامیابیوں کی بنا پر ان پر پورا اعتماد تھا۔ اس لئے انہوں نے انہیں اجازت دے دی۔ اور ۴۰ مجاہدوں کو اُن کے ساتھ کر دیا۔

۴۰ مجاہد ۴۰ ہزار عیسائیوں کے مقابلہ میں تاریخ اسلام کا یہ دوسرا حیرت انگیز واقعہ ہے۔ خالدؓ ۴۰ مجاہدوں کے ساتھ میدان جنگ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دوسری طرف سے ۴۰

ہزار عیسائی ان کے مقابلہ پر تیار کھڑے تھے۔ ۴۰ مجاہدوں کی اس مختصر
 سی جمعیت کو جبلہ بن الہیم نے اپنی طرف آتے دیکھا۔ تو جلدی سے یہ سمجھ
 کر آگے آیا۔ کہ شاید یہ لوگ مصالحت کی گفتگو کرنے آئے ہیں لیکن
 خالدؓ نے جب لڑائی کا ارادہ ظاہر کیا۔ تو اسے بے انتہا حیرت ہوئی۔
 اس نے کہا۔ خالد۔ ہوش میں ہو۔ کیسی باتیں کرتے ہو۔ تم تو بیت بٹے
 مدبر مشہور ہو تمہاری حیرت انگیز سیاست دان شخصیت سے مجھے
 توقع نہ تھی۔ خالدؓ بولے۔ میاں نصیحت رہنے دو۔ اور مرد میدان
 بن کر سامنے آؤ۔ میں ان باتوں میں وقت نہیں ضائع کرنا چاہتا۔
 جبلہ نے یہ خشک جواب سنا۔ اور غصہ میں آکر جنگ کا اعلان کر دیا۔
 اور دیکھنے والوں نے دیکھا۔ کہ ایک طرف سے ۴۰ مجاہد اور دوسری
 طرف ۴۰ ہزار عیسائی ایک دوسرے سے بھڑکے۔ ۴۰ تلواروں کے
 مقابلہ میں ۴۰ ہزار تلواریں چمک رہی تھیں۔ مقابلہ زوروں پر تھا۔
 رومیوں کا خیال تھا کہ ۴۰ آدمیوں کی بساط ہی کیا ہے۔ چند ساعتوں
 کے اندر ختم ہو جائیگے۔ مگر یہ ۴۰ مجاہد تر نوالہ نہ تھے۔ ان میں سے
 ہر ایک میں قوموں کی قسمتیں بدسنے کی طاقت تھی۔ یہ ۴۰ ہزار
 عیسائی کیا تھے۔ مسلمان مجاہدوں نے صبح سے لیکر شام تک ان میں
 سے ۴ ہزار اشخاص کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن عیسائی ان میں
 سے ایک کو بھی نہ مار سکے۔ اور مارنا تو کجا۔ خود ان کے قدم ڈمگنا
 گئے۔ اور ابھی سورج غروب نہیں ہونے پایا تھا۔ کہ بزدل سر پر

پاؤں رکھ کر بھاگ اُٹھے۔ اور ۴۰ مجاہدوں کا یہ فائدہ خوش خوش اسلامی کیمپ میں واپس آگیا۔ کیا یہ واقعہ دنیا کے تاریخ میں ایک حیرت انگیز باب نہیں۔ اور کیا کسی قوم کی تاریخ اس قسم کا کوئی واقعہ مثال کے طور پر پیش کر سکتی ہے؟ یقیناً جاسے۔ کہ اگر حضرت خالدؓ کی سیرت اور کارگزاریوں کی روئداد گم بھی ہو جائے۔ تو یہی ایک واقعہ اُن کی سیرت کے جلی نقش و نگار معلوم کرنے کے لئے کافی ہے۔

دشمنوں کی سازش حضرت خالدؓ | اس شکست سے باہان رومی خاں
سے انتقام لینے کے لئے | سپہ سالار کے مویش اڑ گئے۔ وہ

سمجھا۔ کہ جس فوج کے ۴۰ افراد ہماری ۴۰ ہزار فوج کو شکست دے سکتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں میدان جنگ میں جیتنے کی توقع رکھنا فضول ہے۔ جیلہ نے بھی اس خیال کی تائید کی۔ اور اس نے تو یہ بھی کہا۔ کہ اگر تم فتح چاہتے ہو۔ تو جس طرح بھی ہو۔ خالدؓ کو گرفتار کر لو۔ اگر خالدؓ گرفتار کر لئے گئے۔ تو پھر عربوں کو شکست دینا میرا ذمہ ہو گا۔

باہان کے اس مشورہ پر فوراً عمل کیا گیا۔ اور ایک زبان آور اور ہوشیار عرب کو خالدؓ کے پاس اس غرض سے بھیجا۔ کہ وہ حضرت خالدؓ کو گفتگوئے مصالحت کی خاطر اپنے ساتھ لے آئے۔

حضرت خالدؓ بہادر ڈرنے والے نہ تھے۔ انہوں نے سفیر کی

دعوت منظور کی۔ اور ابو عبیدہؓ سے اجازت لے کر سوہا اور اپنے
ساتھ لے۔ اور رومی قیام گاہ کی طرف چلے۔

فدا اس چیز پر غور فرمائیے۔ کہ حضرت خالدؓ دو لاکھ سے زائد
اور ایک روایت کے مطابق دس لاکھ کی فوج میں داخل ہو رہے ہیں۔
لیکن اس شانِ استغنا کے ساتھ کہ ہر طرف حقارت کی نظر ڈالتے ہوئے
ایک ہاتھ میان پر رکھے دو روپہ پیادہ فوج میں سے گزر رہے ہیں۔
اور یہ منزل کھن طے کرنے بعد باہان کے خیمہ پر رک جاتے ہیں۔
جبکہ بن ایہم باہان کی طرف سے استقبال کو بڑھتا ہے۔ اور خالدؓ
سے کہتا ہے۔ کہ ہتھیار باہر رکھ کر اندر تشریف لائیے۔ خالدؓ ہتھیار
کھونے سے انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہتھیار
ہماری نجابت و شرافت کی علامت ہے۔ ہم انہیں نہیں کھول سکتے۔
جبکہ باہان کے پاس یہ جواب لے کر جاتا ہے۔ اور وہ ہتھیاروں سمیت
خالدؓ کو اندر بلا لیتا ہے۔ خالدؓ اور ان کے ساتھی اندر داخل ہوتے
ہیں۔ کیمپ کیا تھا۔ ایک عظیم الشان محل تھا۔ ہر طرف خوبصورت
ریشمی پردے لٹک رہے تھے۔ قالین کا فرش بچھا تھا۔ اس پر دو
روپہ چاندی کی کرسیاں رکھی تھیں۔ جن پر سردارانِ فوج حسبِ مراتب
بیٹھتے تھے۔ بیچ میں باہان کی شانانہ مسند تھی۔

خالدؓ اور ان کے ساتھیوں کی آمد پر صلح کا جھنڈا لہرایا گیا
ان کے لئے کرسیاں پیش کی گئیں۔ مگر خالدؓ کرسیوں پر بیٹھنے کی بجائے

قالین ہٹا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ اور گفتگو شروع ہوئی۔ باہان نے تقریر کا آغاز کیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”رومی دنیا کی ممتاز ترین قوم ہے۔ ان سے لڑنا آسان نہیں۔“ خالدؓ نے جواب دیا۔ تمہارا خیال غلط ہے۔ رومی کیا دنیا کی کوئی قوم بھی اس وقت تک ممتاز نہیں کہی جاسکتی۔ جب تک کہ وہ بنی کی پیروی نہ کرے۔

باہان نے سلسلہ کلام پھر چھڑتے ہوئے کہا۔ ”خالد۔ کیا تم نہیں جانتے۔ تم اسی عرب قوم کے فرد ہو۔ جو چند سال پہلے دنیا کی ذلیل ترین قوم شمار ہوتی تھی۔ جو ظالم و مظلوم کھتی۔ تم کو معلوم ہو گا۔ تمہاری نجاوت پر ہمارا ایک معمولی سا قلعہ دار تمہیں سزا دینے کے لئے بہت کافی ہوتا تھا۔ تم ہمارے رحم و کرم پر جیتے تھے۔ مگر اب تمہیں اتنی جرأت ہو گئی۔ کہ ہم سے مقابلہ کرنے پر تلے ہو۔ ہم تم سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہم تمہیں پہلے کی طرح سزا دے سکتے ہیں۔ لیکن تم بیوہ بن جاؤ۔ مسافر ہو۔ تم پر رحم آتا ہے۔ ہم تمہیں معاف کر دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ بشرطیکہ آئندہ تم محتاط رہو۔ ورنہ یاد رکھو۔ یہ عظیم الشان انبوہ تمہیں کچل کر رکھ دے گا۔ تم دوات کے تمناؤ ہو۔ تو ہم وعدہ کرتے ہیں۔ کہ تمہارے ہر ایک سپاہی کو ایک سو دینار تمہیں اور تمہارے دوسرے ساتھی ابو عبیدہؓ کو ایک ایک ہزار دینار۔ اور تمہارے خلیفہ کو دس ہزار

دینار دینے پر آمادہ ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ تم واپسی کا اقرار کرو۔
 سو می سپہ سالار تقریر کر چکا۔ تو حضرت خالدؓ اُٹھے۔ اللہ کی حمد بیان
 کی۔ سرکارِ دو عالم پر درود بھیجا اور فرمایا۔ ”تم نے ہماری کھپی حالت
 کے متعلق جو کچھ کہا۔ بالکل صحیح ہے۔ ہم ذلیل و رسوا تھے۔ مگر ایک
 بزرگ و برتر عرب نے ہماری کایا پلٹ دی۔ ہمیں ذلت سے اٹھایا
 اور عزت کا تاج ہمارے سر پر رکھا۔ یہ گنبدِ خضرا میں آرام فرمانے والے
 آقاؐ کا فیض ہے۔ کہ ہم میں دنیا کو الٹ دینے کی استعداد پیدا ہو گئی
 ہے۔ تم ہمیں مال و دولت دے کر اس فرض سے روکتا چاہتے ہو جو
 ہمارے آقاؐ کی طرف سے ہم پر عائد ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم مال
 و دولت کے لئے لڑنے نہیں نکلے۔ ہم خدا کا پیغام عام کرنے آئے ہیں
 اور یہ پھیل کر رہے گا۔“ باہان نے جواب دیا۔ ”تم تو بڑے سمجھدار
 شخص ہو۔ تم سے ہمیں توقع ہے۔ کہ تم مضامحت کی گفتگو کرو گے۔
 خالد۔ یہ تو بتاؤ۔ کہ تم جیسے سمجھدار شخص کو اپنے ساتھ سوعربوں
 کو لانے کی کیا ضرورت پیش آئی؟“ خالدؓ بولے۔ ”ہم میں سے کوئی
 کسی دوسرے پر ممتاز نہیں۔ ہم سب کی حیثیت یکساں ہے۔ یہ میرے
 ساتھی مجھ جیسے ہی عقلمند و دانا ہیں۔ ان کا مشورہ میرے لئے انتہائی
 ضروری ہے۔ اور ہم بلا مشورہ کوئی بات کرنے کے عادی نہیں ہیں۔“
 باہان نے پوچھا۔ ”یہ سب صحیح۔ لیکن کیا کوئی ایسی بھی صورت ہو
 سکتی ہے۔ کہ ہم اور تم دوست بن جائیں؟“ خالدؓ نے جواب دیا ”کیوں

نہیں۔ ہم تم بھائی بھائی بن سکتے ہیں۔ لیکن ایک شرط سے۔ تم اسلام قبول کر لو۔ بائان نے کہا۔ ”کیا اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں؟“ خالد نے جواب دیا۔ ”جریہ دو اور ہماری سیاسی نگرانی قبول کر لو۔ ورنہ تمہارے ڈرانے اور دھمکانے سے کام نہیں بنے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ہم کو غلبہ دے گا۔“ بائان نے حضرت خالدؓ کے اس جواب کو گستاخی پر محمول کیا اس کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں۔ نکتوں سے آگ نکلنے لگی۔ لیکن سامنے خالدؓ تھے۔ اس لئے غصہ پی کر بولا۔ ”تمہیں اس گستاخی کی سزا دیتا۔ مگر تم سفیر ہو۔ البتہ تمہاری اس گستاخی کی سزا میں تمہارے ان پانچ ساتھیوں کو تمہارے سامنے قتل کر دیا جائیگا۔“

بے انتہا جرأت | بائان کی زبان پر آخری الفاظ تھے۔ کہ حضرت خالدؓ کا مظاہرہ | نے تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھا۔ کھٹ سی ہوئی اور دوسری ساعت دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ایک سوا یک تلواریں فصائیں چمک رہی تھیں۔ تلوار بے نیام کرنے کے بعد خالدؓ نے شیر کی سی گرج میں بائان سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”بائان۔ یاد رکھو میرے قیدی دوستوں کا اگر تم نے بال بیکاً بھی کیا۔ تو خدا کی قسم۔ ان کا انتقام میں تم سب سے لوں گا۔ اور ایک درباری کو بھی زندہ بچ کر نہ جانے دوں گا۔“ حضرت خالدؓ کے اس اعلان سے بائان لرز گیا اس نے خالدؓ سے نہایت لجاجت سے درخواست کی۔ کہ وہ تلواریں مٹا

میں کر لیں۔ یہ جو کچھ ہوا۔ مذاق ہے۔ ہم تو دوست ہیں۔ اور تمہارے
 قیدی ساتھیوں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔

حضرت خالدؓ اس کامیاب سفارت کے بعد قیام گاہ کو واپس
 لوٹے۔ تو ابو عبیدہؓ سے درخواست کی کہ کل کے لئے فوج کو گرائی
 کے لئے تیار رہنے کا حکم دیں۔ واقعتی کہتے ہیں۔ جب رات نے
 اپنے سپاہ پر دسے کا سات سے سمیٹے۔ اور نقیب سحر نے صبح کی
 آمد کا اعلان کیا۔ تو مسلمان فوج نماز سے فراغت کے بعد جنگ
 کے لئے تیار ہوئی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اعلان کرادیا۔ کہ آج خالدؓ
 سپہ سالار ہونگے۔ اور ہر شخص ان کے احکام کی پوری کریگا۔

جنگِ یرموک کا | حضرت ابو عبیدہؓ یہ حکم دیتے ہی پیچھے ہٹ آئے
 تیسرا دن | ان کی جگہ حضرت خالدؓ نے لی۔ انہوں نے فوج کو

از سر نو ترتیب دیا۔ اور میرہ پر بہادر اور جری صحابہؓ کو متعین فرمایا۔
 اپنی مخصوص سپاہ کے چار حصے کئے۔ تین حصے دوسرے بہادروں
 کی نگرانی میں دئے۔ اور ایک حصہ اپنے ساتھ رکھا۔ اور دوسرے
 اسلامی فوج تکبیروں کا اعلان کرتی آگے بڑھی۔ دوسری طرف سے
 رومیوں کا ٹڈی دل آگے کی طرف بڑھا۔ رومیوں کی کثرت دیکھ
 کر ایک مسلمان بے ساختہ کہ اُٹھٹے۔ "خدا کی پناہ۔ کس قدر بے پناہ
 فوج ہے۔ حضرت خالدؓ نے یہ آواز سن پائی۔ اور ڈانٹ کر کہا۔
 "خدا کی قسم۔ اگر میرے گھوڑے کے سُم خراب نہ ہوتے۔ تو میں دنیا کے

کفر کو پہنچ کرتا۔ کہ وہ اتنی ہی سپاہ اور میرے مقابلہ میں لے آئے
جب دونوں فوجیں مقابل ہوئیں۔ تو سب سے پہلے انفرادی لڑائی
ہوئی۔ ایک رومی سردار قوی ہیکل دیو کی صورت تلوار ہلاتا سامنے
آیا۔ نو مائش نو مسلم رومی مسلمانوں کی طرف سے مقابلہ کے لئے نکلے۔
دونوں رومی۔ ایک کافر دوسرا مسلمان ایک دوسرے پر پیکر۔ رومائش
کھوڑے سے گر کر زخمی ہو گئے۔ تو ان کی جگہ حضرت قیسؓ نے لی۔
قیسؓ کی تلوار لڑنے لڑنے لڑٹ گئی۔ تو عبدالرحمنؓ بن ابی بکرؓ
انہیں بچانے آگے بڑھے۔ دو رومی بھی ان کو آگے بڑھنے دیکھ کر
سامنے آگئے۔ اور انہیں طعنہ دیا۔ کہ ایک کے مقابلہ میں دو کو لڑتے
شرم نہیں آتی۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے جواب دیا۔ کہ ایک مسلمان
تو تم نبیوں کو ختم کر سکتا ہے۔ ذرا سامنے تو آؤ۔

یہ کہتے ہی حضرت عبدالرحمنؓ نے پینتر ابل کر پہلے ایک پھر
دوسرے رومی کو موت کے آغوش میں سلا دیا۔ پہلے رومی نے قیسؓ کو
دبوچا اور قتل کر دیا۔ اب انفرادی لڑائی کی جگہ اجتماعی لڑائی ہونے
لگی۔ رومی اور مسلمان ایک دوسرے پر بڑھ بڑھ کر وار کرنے لگے۔
ہر طرف انسانی اعضا کٹ کٹ کر اڑ رہے تھے۔ خون کی ندیاں بہ
رہی تھیں۔ گویا دنیا کی دو بڑی تہذیبیں ایک دوسری کو ختم کرنے
کے لئے خون کی ہولی کھیل رہی تھیں۔

شام تک دونوں فوجیں بڑی جرات اور بہادری کا ثبوت دیتی رہیں۔

رفتہ رفتہ سیاسی پھیلنے لگی۔ اور رومی فوج کی طرف سے واپسی کا
بگل بجا۔ اور یہ بد نصیب قوم آج کے نقصان جان پر ماتم کرتی ہوئی
قیام گاہ کو واپس ہو گئی۔

اس لڑائی آج کی جنگ کا اثر جو کچھ ہوا۔ اس کا اندازہ اس چیز
کا اثر سے لگایا جاتا ہے۔ کہ واپس ہوتے ہی باہان نے مجلس

مشاورت منعقد کی۔ فوج کے افسروں سے مشورہ کیا۔ کہ آج کے

نقصان کی تلافی کی یہی صورت ہے۔ کہ چند دن تک لڑائی ملتوی

کر دی جائے۔ اور کسی دن اچانک مسلمانوں پر جا پڑیں۔ اور اس

طرح انہیں شکست دے دی جائے۔ حضرت خالد بن النواکے جنگ

کے معنی خوب سمجھتے تھے۔ انہوں نے حضرت ابو عبیدہ سے کہا۔

کہ باہان کوئی دھوکہ اور فریب دینا چاہتا ہے۔ اس لئے آپ اس

کو النواکے جنگ کا موقع نہ دیجئے۔

حضرت ابو عبیدہ نے جواب دیا۔ جب وہ آرام کا خواہشمند

ہے۔ تو اسے جبراً لڑائی پر آمادہ کرنا آئین شرافت کے خلاف ہے۔

حضرت خالد بن اس جواب سے مطمئن نہ ہوئے۔ اس لئے انہوں نے

اپنی مخصوص سپاہ کو حکم دیا۔ کہ ہر وقت تیار رہے۔ اور اگر کسی وقت

دشمن اچانک ٹوٹ پڑے۔ تو اس کا مقابلہ جی توڑ کر کرنا۔ اور یہی ہوا۔

ابھی ایک ہفتہ بھی گزرنے نہ پایا تھا۔ کہ ایک صبح کوجب مسلمان نماز

پڑھ کر فارغ ہوئے۔ تو رومیوں کی فوج ان پر ٹوٹ پڑی۔ خالد بن

جلی جیسی تیزی سے اپنے مخصوص دستہ کو لے کر آگے بڑھے۔ تاکہ
فوج تیار ہو کر سامنے آجائے۔ واقدیؒ کہتے ہیں۔ کہ رومی حضرت
خالدؒ کو اپنی طرف آتے دیکھ کر پیچھے ہٹے۔ لیکن خالدؒ نے انہیں بھاگنے
کا موقع نہ دیا۔ رومی ناچار پلٹے۔ اور ایک سخت جنگ ہوئی حضرت
خالدؒ دشمنوں کی صفیں چیر کر ان کے وسط میں جا پہنچے۔ اور حیرت
انگیز بہادری کے جوہر دکھائے۔ وہ شیر کی طرح رومی بھڑوں کے
گھلے پر حملہ کر رہے تھے۔ کہ ان کے حملوں سے تنگ ہو کر رومی
فوج پیچھے ہٹنی شروع ہو گئی۔

اب شام ہو چکی تھی۔ اندھیرا پھیلنا جا رہا تھا۔ اور دونوں
فوجیں کل کے وعدہ پر ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں۔ دوسری
صبح بھی رومیوں کی طرف سے لڑائی کا آغاز ہوا۔ اور آج بھی
سب سے پہلے مسلمانوں کی طرف سے جو بہادر رومیوں کو روکنے
والا نکلا۔ وہ خالدؒ سبقت لے گئے۔ آج بھی لڑائی بڑی
سخت ہوئی۔ رومی کل کا انتقام لینے آئے تھے۔ مگر خالدؒ اور
ان کے جانباز ساتھیوں نے ان کے حملے پست کر دیے۔ دوپہر کے
بعد رومیوں نے اجتماعی جنگ پر انفرادی جنگ کو ترجیح
دی۔

خالدؒ کی انفرادی | پہلے رومی سردار باری باری سامنے آئے۔ ادھر
جنگ | مسلمان بڑھے۔ پھر رومی نواب متغابہ کیلئے نکلے۔

ادھر سے بزرگ صحابہؓ مقابلہ میں جاتے رہے۔ آخر میں حضرت خالدؓ ابن ولیدؓ انفرادی جنگ کے لئے مقابلہ میں آئے۔ باہان کو خود تو حضرت خالدؓ کے مقابلہ میں آنے کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ البتہ اپنے ایک نائب کو آگے بھیجا۔ حضرت خالدؓ نے اُسے چند ساعتوں کے اندر ختم کر دیا۔

انفرادی لڑائی کو ناکام دیکھ کر باہان نے ایک لاکھ رومی تیر اندازوں کو دفعتاً تیر برسوں کا حکم دیا۔ تیروں کی بارش اس زور سے ہوئی۔ کہ مسلمانوں کے ایک حصے کو جدھر بارش کا رخ تھا پیچھے ہٹنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ مسلمان عورتیں جو آخر میں لڑائی کا تماشہ دیکھ رہی تھیں سمجھیں۔ کہ مسلمان بھاگ رہے ہیں۔ وہ تیزی سے آگے بڑھیں۔ خنجر یا تھ میں لئے اور چلائیں۔

”خنجر دار۔ اگر کوئی پیچھے کی طرف بڑھا۔ تو ہم اس کا خون بہا دینگے۔ اور نہ صرف زبانی طعنے دے گے۔ بلکہ اُن کو اپنے ساتھ لے کر دشمن کی طرف بڑھیں۔ بلاذری کا بیان ہے۔ کہ مسلمان عورتوں نے اس دن بے انتہا جرأت دکھائی۔ ہندہؓ ابوسفیانؓ کی بیوی اور امیر معاویہؓ کی ماں بھی خنجر یا تھ میں لے کر پکار پکار کر کہہ رہی تھیں۔

نحن العرب ولا حذر۔ ہم عرب ہیں۔ ہمیں بھاگنا نہیں آتا۔ حضرت خالدؓ دوسرے محاذ پر لڑ رہے تھے۔ انہوں نے یہ عالم دیکھا

تو برق کی رفتار سے اس بازو کی طرف بڑھے۔ اور اپنی مخصوص سپاہ کی اعانت کے ساتھ رومیوں پر اس زور سے حملے کئے کہ رومی پیچھے کی طرف ہٹنے لگے۔ بلاذری کہتے ہیں۔ اور یہی طبری کا بھی بیان ہے۔ کہ خالد بن ولید نے اس دن جو جرأت دکھائی۔ اور خالد بن ولید جس بہادری اور بے جگر می سے لڑے۔ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اب رات ہو چکی تھی۔ سپاہی ہر طرف پھیل گئی۔ رومی فوج اپنی شکست و ہزیمت کو چھپانے کے لئے واپسی کے بھل بھائی پیام گاہ کو لوٹی۔ دوسری صبح جب شاہ خاور آگ کے نیرے ماتھے میں لے کر سپاہی کے سینہ کو چھیدنا ہوا مشرق سے طلوع ہوا۔ تو رومی خاں باہان سپہ سالار افواج روم کی سپہ سالاری میں سپاہ ایک نئی نشان اور نئی آن بان کے ساتھ مقابلہ میں نکلی۔

باہان کل کی جنگ سے بے حد متاثر تھا۔ اور وہ آج اس ارادے سے آیا تھا۔ کہ یا تو خود اور اپنی فوج کو کٹا دیگا۔ یا دشمنوں کو کاٹ دیگا۔

رومی فوج کی طرف سے آغاز جنگ کے طور پر ایک رومی نواب بڑی شان و شوکت سے سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق سونے کی صلیب گلے میں ڈالے ایک قوی ہیکل اور دیو پیکر گھوڑے پر سوار میدان جنگ میں نکلا۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت عرار صرف ایک تہ بند باندھے گئے سے ننگے۔ زرہ بکتر یا دوسرا کوئی

PAKISTAN ZINDA BAD

بچاؤ کا لباس پہنے بغیر۔ ننگے گھوڑے کی پشت پر سوار۔ گلے میں تلوار حمل کئے اور ہاتھ میں نیزہ نئے مقابلہ کے لئے آئے۔ دشمن خدا رومی سمجھا کہ یہ ننگے بدن و حشی میرا کیا مقابلہ کرے گا۔ لیکن چند منٹوں کے اندر اسے قدر عافیت معلوم ہو گئی۔ اور حضرت ضرارؑ اسے گھوڑے سے گرا کر اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے۔ اور اس کا کام تمام کر دیا۔ ادھر حضرت ضرارؑ نے رومی سردار کا سر قلم کیا۔ اور ادھر خالد (اللہ اس بزرگ و برتر صحابی پر اپنی ہزاروں جہتیں نازل فرمائیں) اپنے مخصوص دستہ کے ساتھ رومیوں پر ٹوٹ پڑے دوسرے مسلمان بھی ان کے ساتھ پڑے۔ اور اس قدر حیرت انگیز طریق سے دشمنوں کو کاٹا۔ کہ شام ہونے سے پہلے پچاس ہزار لاشوں کے سوا رومیوں کا ایک نفر بھی میدان جنگ میں کھڑا نہ رہ سکا۔ کچھ بھاگے۔ اور بہت سے گرفتار ہو گئے۔

ابن الاثیر نے مقتولین کی تعداد پچاس ہزار لکھی ہے۔ لیکن واقعی لکھتے ہیں کہ مقتولین کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہ تھی۔ خواہ مقتولین کی تعداد پچاس ہزار یا ایک لاکھ مانی جائے۔ ماننا پڑے گا کہ رومی فوج میں سے صرف چند سو سپاہی بھاگنے میں کامیاب ہوئے۔ خود ابن الاثیر نے رومی فوج کی تعداد دو لاکھ سے زائد لکھی ہے۔ پچاس ہزار رومی معرکہ میں کام آئے۔ اور پچاس ہزار کے قریب پہلے دنوں کی لڑائیوں میں مارے گئے۔ تو ایک لاکھ پھر بھی باقی بچتے

ہیں۔ اور یہ سب بھاگ کر جان نہیں بچا سکتے۔ بہر صورت جنگ یرموک کی فتح خالد بن ولید کی حیرت انگیز کامیابی ہے۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ یرموک کے دنوں میں وہی سپہ سالار اعظم تھے۔ حضرت خالد بن ولید کے حکم سے نہیں۔ ابو عبیدہؓ کے حکم سے یہ فتح اگر ابو عبیدہؓ کے ریکارڈ میں بھی لکھی جائے۔ تو بھی خالد کی حیرت انگیز جرأت و بہادری ہی اس فتح کا باعث ہے۔

انطاکیہ | گو فتح یرموک نے رومیوں کا زور توڑ دیا۔ لیکن ابھی کا معرکہ | ان کی آس نہیں ٹوٹی۔ انہیں امید تھی۔ کہ وہ اپنا چھینا ہوا ملک واپس لے لینگے۔ اور اس امید پر ہر قل بادشاہ روم ابھی مقابلہ کی آرزو رکھتا تھا۔ انطاکیہ میں اس کے پاس ایک لاکھ کے قریب فوج تھی۔ وہ ایک لاکھ فوج کی مدد سے اپنی ٹکڑی بنانا چاہتا تھا۔ اس لئے حضرت ابو عبیدہؓ کی آمد کی خبر سنتے ہی اس نے اپنی سپاہ کو مقابلہ کیلئے بھیجا۔ اور خود پوشیدہ طور سے بھاگ نکلا۔ رومی سپاہ نے انطاکیہ کے قریب اسلامی فوج کا راستہ روکا۔ اس موقع پر بھی اسلامی فوج کی کمان حضرت خالد بن ولیدؓ کی۔ اور بہترین پیمانہ پر فوج کو ترتیب دیا۔ رومی فوج نے مقابلہ تو کیا۔ لیکن جلد ہی جی مار گئے۔ اور بھاگ نکلے۔ انطاکیہ والوں نے ڈر کر لڑائی کئے بغیر مصالحت کی درخواست کی۔ اور مناسب شرائط پر ان سے صلح ہو گئی۔ ان ہی دنوں حمص والوں نے بغاوت کی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ

پہنچے۔ اور بہت جلد انہیں راہ پر لے آئے۔

فوجی خدمات سے کنناہ کشتی

یہ خالدؓ کی آخری کامیابی ہے۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نہ صرف شام بلکہ تمام تر فوجی خدمات سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ خالدؓ کی سبکدوشی یا عزل کی داستان بڑی تکلیف دہ ہے۔ اور اس داستان سننے اور سنانے والے دونوں کے لئے بڑے جگر کی ضرورت ہے۔ حضرت خالدؓ کی اس جبری سبکدوشی کے متعلق مؤرخین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اس میں کچھ ایسی روایتیں بھی ہیں۔ جو تصدیق کی محتاج ہیں۔ ہم ان سب کو مختصر طور پر درج کئے دیتے ہیں۔ تاکہ پڑھنے والے صحیح نتائج اخذ کر سکیں۔ شروع میں سپہ ساری عام کے منصب سے حضرت خالدؓ کی معزولی کے متعلق کافی بحث کر چکے ہیں۔ اب بعد کے واقعات کے ذکر پر ہی اکتفا کریں گے۔

حضرت خالدؓ کی تفسرین میں جاگیر تھی۔ وہ اپنے دوستوں سمیت وہیں رہتے تھے۔ کہ اسی دوران میں انہوں نے ایک شاعر کو ہزار دینار انعام میں دئے۔ کسی پرچہ نویس نے یہ خبر حضرت فاروق اعظم کو لکھ بھیجی۔ کہ حضرت خالدؓ نے مال غنیمت میں سے ایک ہزار دینار فلاں شاعر کو دئے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ خبر بھی وضع کر لی۔ کہ خالدؓ نے حمص کے ایک حمام میں شراب سے ملی ہوئی دوا

کو بدن پر مل کر غسل کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پرچہ پڑھا۔ تو ایک نامہ بر کے ہاتھ ابو عبیدہؓ کو سپیام بھیجا۔ کہ خالدؓ کو برسر عام بلوا کر اس الزام کی تحقیقات کریں۔ اور اگر صحیح ثابت ہو تو ان کو ان کے عہدہ سے برطرف کر دیں۔ نامہ بر یہ چھٹی لے کر ابو عبیدہؓ کے پاس آئے۔ ابو عبیدہؓ نے حصص کی مسجد میں برسر عام تمام مسلمانوں کی موجودگی میں خالدؓ کو طلب کیا۔ نامہ بر نے حضرت عمرؓ کا خط پڑھا۔ اور جواب طلب کیا۔ حضرت خالدؓ یہ الزام سن کر سناسے میں آ گئے۔ انہیں حیرت ہوئی۔ کہ مجھ پر جس نے ساری عمر اسلام کی انتہائی خدمات انجام دیں۔ جس نے اسلام کے لئے ہر قسم کی مصیبت سہی۔ اس قسم کا الزام لگا یا جا رہا ہے۔ حضرت خالدؓ کو اس الزام سے انتہائی رنج ہوا۔ وہ دو سنتوں کا منہ تنکے لگے۔ حضرت ابو عبیدہؓ بھی جنہیں خالدؓ بے حد عزیز تھے۔ انتہائی مغموم تھے۔ اور سر جھکائے خاموش کھڑے تھے۔ کہ اتنے میں حضرت بلالؓ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم آگے بڑھے سوال دہرایا۔ خالدؓ بھر بھی خاموش رہے۔ تو انہوں نے خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں عزل کا اعلان کیا۔ اور ساتھ ہی عزل کی علامت کے طور پر حضرت خالدؓ کے سر پر سے سپہ سالاری کا خود اتارا۔ اور ان کے عمامے سے ان کے ہاتھ — باندھے۔ اور انہیں ابو عبیدہؓ کے پاس لے گئے۔ حضرت خالدؓ دنیا کے تار سنج کے ایک عظیم الشان

سپہ سالار خاموشی سے یہ سب سلوک برداشت کر رہے تھے۔ ابو عبیدہؓ کے قریب لائے گئے۔ تو بلالؓ نے پھر وہی سوال کیا۔

”وہ روپیہ جو تم نے شاعر کو دیا۔ کہاں سے لیا؟“

خالدؓ نے بہت ہی لپٹ آواز میں جواب دیا۔ ”وہ میرا ذاتی روپیہ تھا۔“ حضرت بلالؓ نے یہ جواب سنتے ہی حضرت خالدؓ کے ہاتھ کھول دئے۔ ان کے سر پر پہلے کی طرح عمامہ باندھا۔ اور خود رکھا۔ اور فرمایا۔ خالدؓ۔ تم ہمارے محبوب سردار تھے۔ ہم تمہاری عزت کرتے تھے۔ اور خدا کی قسم۔ اب بھی تم ہمارے پہلے کی طرح سردار ہو۔ اور ہم تمہاری پہلے کی طرح عزت کرتے ہیں۔ حضرت خالدؓ اس اعلانِ براءت کے بعد بھی بہت دیر تک سکتے میں رہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت خالدؓ کو اس چیز کا کوئی افسوس نہ تھا۔ کہ انہیں برسِ عام کیوں ذلیل کیا تھا۔ انہیں تعجب تو تھا اس الزام پر کہ انہوں نے بیت المال سے خیانت کی۔ حضرت خالدؓ اس چیز کو بیان نہیں کر سکتے۔ انہیں کہا جائے کہ انہوں نے اسلام سے غداری کی۔ قوم کا مال کھایا۔ یہ الزام معمولی الزام نہ تھا۔ پھر سوچنے کی چیز ہے۔ کہ الزام اس شخص پر لگایا جا رہا ہے جو عظمت و برتری کے اعتبار سے خلفائے اربعہ کے پلٹے کا صحابی ہے الزام اس پر لگایا جا رہا ہے جس نے فتنہ ارتداد کو مٹایا۔ جس نے عراق کو فتح کیا۔ جس نے شام میں رومیوں کی سلطنت کا تختہ الٹ دیا۔ اس حقیقت نفس الامری کے باوجود خالدؓ نے خلیفہ برحق حضرت فاروقؓ

کے احکام کی جس طرح تعمیل کی۔ اس کی مثال دنیائے تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ خالدؓ اگر چاہتے۔ تو کوئی بہت بڑا فتنہ اٹھا سکتے تھے۔ لیکن خالدؓ سے متعلق اس قسم کا خیال دل میں لانا بھی بہت بڑا کفر ہے۔ خالدؓ اسلام کے لئے۔ جماعت کے نظم و نسق کے لئے ہر قسم کی قربانی کر سکتے ہیں۔ ہر قسم کی ذلت سہہ سکتے ہیں۔ لیکن انہیں ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ وہ جماعت کے نظام کو خراب کریں۔ اور تفریق و بغاوت کے جذبات کو پھیلائیں۔ اس لئے انہوں نے مغرونی کا حکم سنا۔ انہیں اس منصب سے ہٹا دیا تھا۔ جس پر سب سے پہلے انہیں ان کے آقا و مرشد صلی اللہ علیہ وسلم نے نامور فرمایا تھا۔ انہیں اس منصب سے ہٹا دیا گیا۔ جس پر انہیں خلیفہ اول اور ان کے دوست حضرت ابو بکرؓ نے سرفراز کیا تھا۔ وہ اس منصب سے خوشی سے ہٹ گئے۔ حرف شکایت تک زبان پر نہیں لائے۔ برسر عام ہی تک نہیں کہا۔ کہ انہیں اس منصب سے کیوں ہٹا دیا گیا۔ انہوں نے اپنے دوست بلالؓ سے بھی شکایت تک نہ کی۔ کہ انہوں نے سارے مسلمانوں کی موجودگی میں جو ان کا نام لے لے کر جیتے تھے کیوں ذیل کیا گیا۔ بلالؓ نے ان کے سر سے عمامہ بھی اتارا اور باندھ بھی دیا۔ تو انہوں نے اس کی طرف دیکھا ضرور۔ مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ یہ ضرور کہا۔ کہ روپیہ میرا ذاتی تھا۔ مگر یہ شکایت نہیں کی۔ کہ تم لوگوں نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔

مجمع برخواست ہووا۔ ابو عبیدہؓ نے اس واقعہ کی تفصیل حضرت فاروقؓ کو لکھ بھیجی۔ اور حضرت خالدؓ اپنی جاگیر پر چلے گئے۔ بہت ممکن ہے۔ ان سے محبت کرنے والوں نے انہیں اکسانے کی کوشش کی ہو۔ مگر جو شخص اسلام کا ہو چکا تھا۔ جو شخص اسلام پر سب کچھ نثار کر چکا تھا۔ اُسے اسلام اور خلیفہ کے خلاف اکسانا کوئی نیکسان کام نہ تھا۔ کچھ دنوں بعد حضرت فاروقؓ نے انہیں مدینہ طلب کیا۔ وہ بہت خوشی سے مدینہ پہنچے۔ حضرت عمرؓ سے انہوں نے برسر عام یہ ضرور کہا۔ عمرؓ۔ میرے ساتھ وہاں جو کچھ ہوا میں مسلمانوں کو شاید بنا کر کہتا ہوں۔ کہ جائز نہیں ہوا۔ یہ فرمایا اور گھر چلے آئے۔ حضرت عمرؓ نے پھر کسی موقع پر پوچھا۔ تو وہ روپیہ کہاں سے آیا تھا۔

حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ ”وہ میرا ذاتی روپیہ تھا۔“
 حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ ”تمہارے پاس اتنا روپیہ کہاں سے آیا؟“
 حضرت خالدؓ بولے۔ ”مال غنیمت میں سے۔“
 حضرت فاروقؓ کا دل صاف ہو گیا۔ انہوں نے جو کچھ ہوا۔ اس پر معافی چاہی۔ اور اسی وقت تمام قلمرو اسلام کے گورنروں کو لکھا کہ عام منادی کرا دی جائے۔ کہ حضرت خالدؓ کو سب سالاری کے عہدے سے اس لئے نہیں ہٹایا گیا ہے۔ کہ وہ نعوذ باللہ خائن تھے۔ بلکہ اس لئے ہٹایا گیا ہے۔ کہ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال سمجھا

جاری تھا۔ کہ اسلامی فتوحات کا باعث خالدؓ ہی ہیں۔ اللہ فتح دینے والا نہیں ہے۔

یہ اعلان گوہیت بعد کی چیز تھی۔ لیکن دنیا والوں کو کم از کم اتنا تو معلوم ہو گیا۔ کہ عمرؓ نے خالدؓ کے متعلق جو کچھ سنا تھا۔ وہ صحیح نہ تھا۔ اور حق بات تو یہ ہے۔ کہ حضرت خالدؓ کے متعلق اس قسم کا خیال کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ ہم نہیں کہہ سکتے حضرت فاروقؓ کو کن لوگوں نے غلط فہمی میں ڈالا تھا۔ لیکن جنہوں نے ڈالا۔ اچھا نہیں کیا۔

وفات

حضرت عمرؓ کی خلافت کے آٹھویں سال بعض روایات کے مطابق مدینہ میں اور بعض روایات کے مطابق حمص میں حضرت خالدؓ کا انتقال ہوا۔

یہ عجیب بات ہے۔ کہ دنیا کا وہ عظیم الشان مجاہد جو موت سے ڈرنا گناہ سمجھتا تھا۔ جو جنگ میں اس طرح شامل ہوتا۔ جیسے نئے کھیل میں شریک ہوتے ہیں۔ اسے شہادت کی موت نصیب نہ ہوئی۔ وہ میدان جنگ میں شہادت نہ پاسکا۔ خود حضرت خالدؓ کو اہل چیز کا انتہائی افسوس تھا۔ اور آخر وقت جب وہ اپنے رب کے حضور اپنے عظیم الشان کارناموں پر انعام پانے جا رہے تھے۔ تو انہوں نے بستر مرگ پر لیٹے لیٹے

قرایا۔ ”مجھے دیکھو۔ میں چار پائی پر ایک بزدل کی موت مر رہا ہوں۔“
حضرت خالدؓ نے چار پائی پر مرنے کو بزدل کی موت قرار دیا۔
یہ ان کا انکسار تھا۔ ورنہ دنیا جانتی ہے۔ کہ ان سے زیادہ بہادر ماور
گیتی نے بہت کم بچے بنے ہونگے۔ دنیا والے ان کی تعریف میں حضرت
صدیقؓ کے یہ الفاظ کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

”مسلمانو۔ تمہارے شیر نے ایران کے شیر کو کچھاڑ دیا۔ خدا کی
قسم۔ خالدؓ جیسا بہادر کوئی ماں بچہ نہیں جن سکتی۔“

یہ الفاظ صدیق اکبرؓ نے۔ سرور کون و مکان ﷺ
کے سب سے بڑے رفیق اور مسلمانوں کے خلیفہؓ اول نے فرمائے۔ وہ
شام کی سرزمین میں حضرت خالدؓ کے عظیم الشان کارناموں کو دیکھنے
کے لئے اگر زندہ رہتے۔ تو خدا جانے۔ کیا الفاظ کہے۔ اس لئے حضرت
خالدؓ نے وفات پاتے وقت اپنے متعلق جو کچھ کہا۔ وہ یقیناً انکسار
ہے۔ حضرت خالدؓ کی وفات ایک بہت بڑے بہادر۔ ایک عظیم الشان
جریئل۔ ایک رحم دل حاکم اور مخیر مسلمان کی وفات ہے
وفات سے پہلے انہوں نے جو وصیت کی۔ وہ بھی سننے سے تعلق
رکھتی ہے۔ انہوں نے لکھوایا۔

”میرا ہتھیار میرے گھوڑے اور سامان جنگ ان نوجوان مجاہدوں
میں تقسیم کر دیا جائے۔ جو جہاد کی آرزو تو رکھتے ہیں۔ مگر ان کے پاس
اسلحہ نہیں۔“

یہ وصیت کی۔ اور دنیائے اسلام کی یہ با عظمت شخصیت ایک میدان جنگ بنیں۔ سینکڑوں میدان جنگ فتح کرنے کے بعد اس دنیا سے روپوش ہو گئی۔ دوستوں نے طے کیا کہ دشمنوں نے اس بہادر اور رحم دل سپہ سالار کی موت پر خون کے آنسو بہائے۔ حضرت خالدؓ کی موت پر ان لوگوں نے بھی افسوس کیا۔ جو میدان جنگ میں ان سے شکست کھا چکے تھے۔ اس لئے کہ وہ ایک بہادر۔ با اصول اور شریف مقابل تھے۔

سیرت و کردار اور عام عادات و اطوار

گو ایک سپاہی کی سیرت کے نقوش کچھ زیادہ مختلف نہیں ہوتے۔ ہر اچھا سپاہی تقریباً یکساں عادات و اطوار رکھتا ہے۔ لیکن حضرت خالدؓ جس طرح ایک سپاہی کی حیثیت سے عظیم الشان تھے۔ اسی طرح اپنی شخصیت کے اعتبار سے بھی خصوصیت سے حضرت خالدؓ جیسی بڑی شخصیت کے سپہ سالاروں اور ان کی سیرت میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ حضرت خالدؓ جہاں میدان جنگ میں ہر ایک پر بھاری ہوتے۔ وہاں عادات و اطوار اور پاکیزگی اخلاق کے اعتبار سے بھی بے شمار لوگوں کے فائق تھے۔ نہایت ہنس مکھ۔ با ذوق اور سلیم الطبع بزرگ تھے۔ چھوٹوں سے۔ کمزوروں سے بے انتہا محبت کرتے۔ غریبوں کی امداد ضروری جانتے۔ اور نبی صنی ہیں

تو مثال نہیں رکھتے تھے۔ بڑی بڑی رقبہیں حاکم ہندوں کو عطا فرما دیتے۔

صبح سے لیکر شام تک اگر میدان میں رہتے۔ تو رات کے وقت مصلے کی پیٹھ پر سوار ہوتے۔ اور گھنٹوں اپنے رب کے حضور میں عجز و نیاز کا ثبوت پیش فرماتے رہتے۔

ہمیشہ نہایت سادہ سے مگر صاف ستھرے کپڑے پہنتے۔ عمدہ گھوڑوں اور ہتھیاروں کے شوقین تھے۔ لڑائی کے وقت جھوٹی شہی نہ بگھار سکتے۔ جو بات حق ہوتی۔ صاف صاف کہہ دیتے۔ سولے خدا کے کسی سے نہ ڈرتے۔ دشمن کی بڑی سے بڑی فوج سے لیکر لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے۔

نہایت عقلمند۔ ذہین اور معاملہ فہم تھے۔ جنگ سے متعلق تمام امور پر پوری مہارت حاصل تھی۔ کوئی کام بلا سوچے سمجھے نہ کرتے۔ دوستوں کے کام کی ہمیشہ تعریف کرتے۔ کسی سے حسد نہ کرتے۔ دوستوں اور دشمنوں سے ہمیشہ انصاف سے پیش آتے۔ جب بولتے۔ کام کی بات کرتے۔ ورنہ خاموش رہتے۔

حضورؐ سے عقیدت

حضورؐ سے بے انتہا عقیدت تھی۔ حضورؐ کے وصال تک حضورؐ کی خدمت میں رہے۔ اور وصال کے بعد بھی ساری عمر حضورؐ کے

مشرق کی خدمت میں صرف فرما دی۔
 مدینہ سے بے انتہا محبت تھی۔ اور آخر عمر میں یہیں اقامت
 اختیار کر لی تھی۔ الغرض اللہ کے اس بے نظیر اور حیرت انگیز مجاہد
 بندے میں وہ تمام خوبیاں تھیں۔ جو ایک بہادر۔ پاک نفس۔ ایماندار
 اور عظیم الشان انسان میں ہو سکتی ہیں۔ اللہ کی ہزاروں رحمتیں
 اس پر نازل ہوں۔

حضرت خالد اور مغربی مؤرخین

حضرت خالدؓ کی سیرت پڑھنے والوں میں بہت سے لوگ ایسے
 بھی ہوئے۔ جنہوں نے یورپین مشرقین کی لکھی ہوئی اسلامی تاریخ
 پڑھی ہوگی۔ اس لئے یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم مشرقین
 یورپ کی غلط بیانیوں کی تردید کریں۔ سب سے پہلے مشہور انگریز
 مؤرخین میں سے سر ولیم مہور ہیں۔ جو بظاہر تو اسلام کے ہمدرد و مدد
 ہوتے ہیں۔ مگر اندر ہی اندر انتہائی خطرناک زہر پھیلاتے ہیں حضرت
 خالدؓ کے سلسلہ میں انہوں نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس میں
 بھی انہوں نے اپنی اسی خصوصیت سے کام لیا ہے۔ حضرت فاروقؓ
 اعظم کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

”حضرت فاروقؓ میں انصاف و عدل کرنے کا احساس بہت
 قوی تھا۔ جتنے کہ ان کی یہی صفت حضرت خالدؓ کے مسئلہ

میں بھی کار فرما ہے۔ (حضرت خالدؓ نے باوجودیکہ اپنے ایک مفتوح دشمن سے انتہائی بے دردی اور نامعقول سلوک کیا۔ مگر حضرت فاروقؓ نے انہیں کوئی سزا نہ دی۔“۔

یہاں سرولیم پور نے ایک طرف حضرت فاروقؓ کی تعریف کی ہے۔ اور دوسری طرف حضرت خالدؓ کی مذمت کی ہے۔ مصنف کے بحث باطن کا اندازہ اس چیز سے کیجئے۔ کہ وہ حضرت فاروقؓ اعظمؓ کی تعریف کرنے کے بعد پڑھنے والوں کے دلوں پر اپنی عاف گوئی اور حق بیانی کا سکہ جانا چاہتا ہے۔ تاکہ وہ آگے چل کر حضرت خالدؓ کی سیرت کے متعلق جو غلط بیانی کرنے والا ہے۔ اسے پڑھنے والے غلط بیان نہ سمجھیں۔

حالانکہ دوسرے موقع پر جہاں وہ حضرت خالدؓ کی وفات کا ذکر کرتا ہے۔ وہاں انہوں نے حضرت فاروقؓ کے رویہ کو تکلیف دہ ظاہر کیا ہے۔ حضرت خالدؓ کے انجام کے متعلق لکھتے ہیں۔

”خالد بن ولید کا انجام بہت بُرا ہوا۔ یہ محاصرہ قنسرین سے آئے۔ جنگ سے جو مال غنیمت انہیں ہاتھ آیا۔ اس کی وجہ سے یہ بہت امیر ہو گئے تھے۔ ان کی امارت کا شہرہ سن کر ان کے دوست ان کے پاس جمع ہو گئے۔ ان میں سے الاعتشی بھی تھے۔ جنہیں انہوں نے ایک عیاشی کا کام کہا۔ اور شہاب سے ملی ہوئی ایک دوا کے ساتھ

غسل کیا۔ شراب کا رنگ اُن کے جسم پر باہر آنے تک موجود تھا۔ ان دونو باتوں کی وجہ سے اُن سے جواب طلب کیا گیا۔ شراب کا غسل میں استعمال اسلام کی رو سے جائز نہ تھا۔ پھر دوسری چیز ایک ہزار دینار کا عطیہ خلیفہ کی نظر میں کسی طرح بھی قابل معافی نہ تھا۔ اگر خالدؓ نے یہ عطیہ مسلمانوں کے مال سے دیا تو حیانت کی۔ اور اگر اپنے پاس سے دیا تو اسراف کیا۔

سروہیم میور نے یہاں حضرت خالدؓ کے کردار پر جان بوجھ کر ایک بہت بڑا حملہ کیا ہے۔ حالانکہ تاریخ کے صفحات میں خالدؓ پر یہ الزام کہیں نہیں لگایا گیا۔ یہاں حضرت خالدؓ کی شخصیت پر انہوں نے ایک فرضی داستان لکھ کر ایک ناقابل معافی گناہ کیا ہے۔ ان کے پاس الزام کا کوئی ثبوت نہیں۔ کہ حضرت خالدؓ نے شراب سے ملی ہوئی کسی دوا سے غسل کیا۔

مختصر سی دور آگے چل کر انہوں نے حضرت خالدؓ سے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے حضرت فاروقؓ پر ایک الزام عائد کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ ”خالدؓ دل برداشتہ حمص آئے۔ اُن کے دوستوں نے حضرت فاروقؓ کی بیرحمی پر افسوس کیا۔ اور کہا کہ مشکل کے وقت تو فاروقؓ نے اُنہیں استعمال کیا۔ اُن کی مدد سے وہ انتہائی طاقتور بادشاہ بن گئے لیکن جب کامیاب ہو گئے۔ تو انہیں اس طرح علیحدہ کر دیا جس طرح دودھ سے مکھی نکال کر پھینک دی جاتی ہے۔“

اس طرح خالدؓ اپنے انجام کو پہنچتے ہیں۔ خالدؓ اور عمرؓ کی لڑائی کا آغاز ملک بن نویرہ کے قتل سے ہوتا ہے۔ یہ خالدؓ کا ظالمانہ قتل تھا۔ لیکن یہ حرکت بہت دیر ہوئی۔ معاف کر دی گئی، اسلئے انہوں نے خالدؓ کے ساتھ اس وقت جو سلوک کیا۔ وہ غیر شریفانہ اور ظالمانہ تھا انہوں نے اللہ کی تلوار کو اس وقت تک استعمال کیا۔ جب تک انہیں اس کی ضرورت تھی۔ لیکن جب کامیابی حاصل ہو گئی۔ تو انہوں نے اُسے انتہائی احسان فراموشی کے ساتھ پرے پھینک دیا۔

خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیے۔ اور حضرت فاروقؓ کے متعلق سر ولیم مہو نے جو غیر معقول الفاظ استعمال کئے ہیں۔ انہیں فرس ہیں رکھے۔ اور پھر ان الفاظ پر توجہ کیجئے۔ جو انہوں نے حضرت فاروقؓ کی وفات کے وقت کئے۔ (ہم اوپر ان الفاظ کا ذکر کر چکے ہیں) سر ولیم مہو کے اس بیان سے اندازہ فرمائیے۔ کہ انہوں نے حضرت خالدؓ کے سلسلہ میں کس قدر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

انہوں نے پہلے تو حضرت خالدؓ کے اس فعل کی مذمت کی کہ انہوں نے ملک بن نویرہ کو انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا۔ حالانکہ ملک بن نویرہ کے قصہ میں مؤرخین کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ملک بن نویرہ اسلام کا دشمن تھا۔ اس نے اسلام کو اس وقت نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ جبکہ اسلام خطرے میں تھا۔ حضرت خالدؓ نے اسے اس جرم کی سزا دی۔ اور اسے کیفرِ کردار تک پہنچا دیا۔ پھر یہ چیز بھی

تک محتاج ثبوت ہے۔ کہ ملک بن نویرہ کو حضرت خالدؓ نے قتل کرایا یا مسلمان سپاہیوں نے اشتعال میں آکر اُسے قتل کر دیا۔

ہمارے نزدیک ملک بن نویرہ اشتعال میں قتل کیا گیا۔ رات کے وقت وہ بکڑا ہوا حضرت خالدؓ کے پاس لایا گیا۔ انہوں نے اُسے صبح تک قید رکھنے کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے اُسے قتل کر دیا یوحنین نے اس واقعہ کو بیان کرتے وقت یہ نہیں کہا۔ کہ اُسے حضرت خالدؓ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ خواہ کچھ بھی ہو۔ ملک بن نویرہ کو اگر حضرت خالدؓ کے حکم سے بھی قتل کیا گیا ہو۔ تو یہ قتل کسی طرح بھی ظلم سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ ہی ایک مرتد کے قتل کا مواخذہ ہوتا ہے۔

سر ولیم مہور نے دوسرا الزام حضرت فاروقؓ پر لگایا ہے۔ کہ انہوں نے حضرت خالدؓ کی ضرورت سمجھی۔ اس وقت تک انہوں نے ان سے کام لیا۔ انہوں نے حضرت خالدؓ سے محض پرچہ نویسوں کی طرف سے ایک غلط روایت کی تصدیق چاہی۔ اگر حضرت خالدؓ اس روایت کی تکذیب کر دیتے۔ تو حضرت فاروقؓ کو کوئی شکایت نہ ہوتی۔ اصل میں قدرت کو کچھ ایسا ہی منظور تھا۔ صورت حال کچھ یوں ہی خراب ہو گئی۔ ورنہ حضرت فاروقؓ خود حضرت خالدؓ کی عظمت کے معترف تھے۔ اور انہوں نے آخر میں جو پیغام اسلامی قلمرو کے عمال کو بھیجا۔ اس سے اس بات کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔

ایک دوسرے موقع پر حضرت ابوبکرؓ کے اخلاق و عادات بیان

کرتے ہوئے سر ولیم میور نے حضرت خالدؓ پر ایک اور الزام لگایا۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے یہ بات کچھ ضمنتاً ہی فرمائی ہے۔ تاکہ نظر سے گذر کر دل میں پیچھا جائے اور دیکھنے والا دیکھ بھی نہ سکے۔

حضرت ابو بکرؓ کی کمزوریاں گناتے وقت لکھتے ہیں: ”ابو بکرؓ کی ایک یہی کمزوری ایسی تھی۔ کہ انہوں نے خالدؓ کو ان کے ظلم و تعدی اور ابن نویرہ کی بیوہ سے شادی کرنے پر مطعون نہ کیا۔“ ابن نویرہ کے قتل کے متعلق ہم اوپر تفصیل سے عرض کر چکے ہیں۔ ابن نویرہ کی بیوہ سے شادی کرنے کے متعلق اب سن لیجئے۔ اور غور فرمائیے۔ کہ اس سے شادی کرنے کے بعد حضرت خالدؓ نے کیا نا جائز حرکت کی۔ اول تو یہ چیز ثبوت کی محتاج ہے۔ کہ حضرت خالدؓ نے ابن نویرہ کی بیوہ سے شادی نہیں کی۔ اور اگر کی۔ تو اس میں الزام کی کیا بات ہے۔ ہر بیوہ اسلامی قانون کے مطابق عدت گزارنے کے بعد جس مسلمان سے چاہے شادی کر سکتی ہے۔ ابن نویرہ کی بیوی نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت خالدؓ سے نکاح کیا۔ تو اس میں حضرت پر کیا الزام لگایا جاسکتا ہے۔

کیا اس طرح یہ ثابت کرنے کی یہ بیہودہ حرکت نہیں کی گئی۔ کہ حضرت خالدؓ پر یہ الزام لگایا جائے۔ کہ انہوں نے ملک بن نویرہ کو محض اس لئے قتل کیا۔ کہ اس کی بیوہ سے شادی کریں۔ حضرت خالدؓ جیسے با عظمت سپہ سالار سے اس قسم کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

پھر جب تاریخ شاہد ہے کہ ملک بن نویرہ اسلام کا دشمن تھا۔ تو حضرت خالدؓ پر یہ الزام کیوں لگایا جا رہا ہے۔ محض اس لئے کہ اس با عظمت انسان اور قابل فخر سپہ سالار اسلام کی سیرت کو داغ دار بنایا جائے۔

سروہیم میہر کی طرح کچھ چار سال ہوئے۔ ایک فرانسیسی مضمون نویس نے اسلام کی ابتدائی فتوحات پر ایک طویل مضمون لکھا تھا۔ اس مضمون میں اس نے حضرت خالدؓ کا بھی ذکر کیا۔ ہمیں افسوس ہے کہ وہ حضرت خالدؓ کی عظمت کو محسوس نہ کر سکا۔

وہ مضمون اس وقت ہمارے پیش نظر نہیں۔ لیکن چونکہ چار سال ہوئے۔ ہم اس کا جواب شائع کر چکے ہیں۔ اس لئے ہمیں ابھی طرح سے یاد ہے۔ کہ اس شخص نے لکھا ہے۔ کہ خالدؓ جیسے سپہ سالار نیپولین کے شاگرد کہلاتے۔

ہم نے اپنے جوابی مضمون میں پوری تفصیل سے اس حقیقت کا اعلان کیا ہے۔ کہ خالدؓ اور نیپولین کا مقابلہ کرنا نہ صرف انصاف سے دشمنی کرنا ہے۔ بلکہ دو قطعی مختلف شخصیتوں کا موازنہ ہے۔ حضرت خالدؓ ایک مشن لے کر دنیا میں نکلے تھے۔ ان کے سامنے اسلام تھا۔ اور وہ اسلام کی اشاعت چاہتے تھے۔ انہوں نے ہر موقع پر جس بے جگری اور حیرت انگیز جرأت کا ثبوت دیا۔ دنیا اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ اس کے علاوہ حضرت خالدؓ کی سیرت انتہائی پاکیزہ

ہے۔ خالدؓ کی سیرت کو داغ دار ثابت کرنے کے لئے اس وقت تک جتنی کوششیں کی گئیں۔ ان کو اگر کامیاب بھی سمجھ لیا جائے۔ تو بھی نیپولین کے مقابلے میں حضرت خالدؓ حسن اخلاق و پاکیزگی کے اعتبار سے ہزاروں گنا بہتر تھے۔

اس کے بالکل برعکس نیپولین کے سامنے کوئی پاک مشن نہ تھا۔ وہ اپنی شخصیت کو اوپچا اٹھانے کے لئے ہر قسم کا ظلم۔ ہر قسم کی برائی اور ہر قسم کی غیر انسانی حرکت کر سکتا تھا۔ اور اس نے نہ صرف لوگوں کے حق چھینے۔ بلکہ عزت و آبرو پر بھی ہاتھ ڈالا۔ ایسے شخص سے حضرت خالدؓ کا مقابلہ کرنا انسانیت کی توہین ہے۔

تمت بالخیر